ایک کہاوت ایک کہانی

فہرست

کہاوت ۲۲ ☆ایسی میخ ماری کہ پار گئی ☆

کہاوت ۲۳ ☆ایک غریب کو مارا تھا تو نو من چربی نکلی ☆

کہاوت ۲۴ ☆ایک گال میں آگ ایک میں پانی ☆

کہاوت ۲۵ ☆ایک توے کی روٹی کیا چھوٹی کیا موٹی ☆

کہاوت ۲۶ ☆آب آب کر کے مر گئے سرہانے دھرا رہا پانی ☆

کہاوت ۲۷ ☆آبرو جگ میں رہے تو جان جانا پشم ہے ☆

کہاوت ۲۸ ☆آبے سونٹے تیری باری کان چھوڑ کنپٹی ماری ☆

کہاوت ۲۹ ☆آپ خورا دے آپ مرادے ☆

کہاوت ۳۰ ☆آپ سے آئے تو آنے دے ☆

کہاوت ۳۱ ☆آپ ڈوبتے جگ ڈوبا ☆

کہاوت ۳۲ ☆آپ کا نوکر ہوں بینگنوں کا نہیں ☆

کہاوت ۳۳ ☆آپ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے ☆

کہاوت ۳۴ ☆آپروسن لڑ۔☆

کہاوت ۳۵ ☆آتا ہو تو ہاتھ سے جانے نہ دیجیے، جاتا ہو تو اس کا غم نہ کیجیے ☆

کہاوت ۳۶ ☆آخ اتھو کھٹے ہیں ☆

کہاوت ۳۷ ☆آٹا دال الوبھی ہے ☆

کہاوت ۳۸ ☆آدھے قاضی قدو اور آدھے باوا آدم ☆

کہاوت ۳۹ ☆آرے سر پر چل گئی تو بھی مدار ہی مدار ☆

کہاوت ۴۰ ☆آلا دے نوالہ ☆

کہاوت ۴۱ ☆آنکھوں کی سوئیاں نکالنی رہ گئی ہیں ☆

کہاوت ۴۲ ☆آنکھوں سے آگے ناک سوجھے کیا خاک ☆

کہاوت ۴۳ ☆آئے ڈلو کے دسیرے ☆

کہاوت ۴۴	☆ آیا بندہ آئی روزی گیا بندہ گیا روزی ☆
کہاوت ۴۵	☆ آیا کتا، کھا گیا تو بیٹھی ڈھول بجا ☆
کہاوت ۴۶	☆ باندی تھی سو بیوی ہوئی اور بیوی تھی سو باندھی ہوئی ☆
کہاوت ۴۷	☆ بپت پڑی جب بھینٹ مانی مکر گیا جب دینی آئی ☆
کہاوت ۴۸	☆ بچھو کی فطرت ڈنگ مارنا ہے ☆
کہاوت ۴۹	☆ بخشو بی بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا ☆
کہاوت ۵۰	☆ برات عاشقاں بر شاخ آہو ☆
کہاوت ۵۱	☆ بڑے شہر اک بڑا چاند ☆
کہاوت ۵۲	☆ بڑھیا مری تو بلا سے مگر آگرہ تو دیکھ لیا ☆
کہاوت ۵۳	☆ بلی کی میاؤں سے ڈر لگتا ہے ☆
کہاوت ۵۴	☆ بند کے جائے بند ہی میں نہیں رہتے ☆
کہاوت ۵۵	☆ بنج کریں گے بانیے، اور کریں ریس، ☆
	☆ بنج کیا تھا جاٹ نے رہ گئے سو کے تیس ☆
کہاوت ۵۶	☆ بنئے کا بیٹا کچھ دیکھ کر ہر گرتا ہے ☆
کہاوت ۵۷	☆ بھلے برے میں ایک بالشت کا فرق ہے ☆
کہاوت ۵۸	☆ بنئے کا بہکایا اور جوگی کا پھٹکارا خراب ہوتا ہے ☆
کہاوت ۵۹	☆ بھوک کو بھوجن کیا، اور نیند کو بچھونا کیا ☆
کہاوت ۶۰	☆ بھیگی بلی بتانا ☆
کہاوت ۶۱	☆ پانی پی کر ذات کیا پوچھنی ☆
کہاوت ۶۲	☆ پانچوں پنڈے چھٹے نرائن ☆
کہاوت ۶۳	☆ پنچ بلی کہیں تو بلی سہی ☆
کہاوت ۶۴	☆ تیس مار خان بننا ☆

کہاوت ٦٥ ☆تلوار کے نیچے دم تو لینے دو☆

کہاوت ٦٦ ☆ تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو☆

کہاوت ٦٧ ☆ تین بلائے تیرہ آئے دیکھویاں کی ریت ☆

کہاوت ٦٨ ☆ تین میں نہ تیرہ میں ستلی کی گرہ میں ☆

کہاوت ٦٩ ☆تو کونہ بھناؤں تیرا بھیا اور ملاؤں ☆

کہاوت ٧٠ ☆ ٹیکے کا ڈر ہونا ☆

کہاوت ٧١ ☆ ٹکے کے نون کو جاؤں لاؤ میری پالکی ☆

کہاوت ٧٢ ☆ ٹکے کی نہاری میں ٹاٹ کا ٹکڑا ☆

کہاوت ٧٣ ☆ٹیڑھی کھیر ہونا ☆

کہاوت ٧٤ ☆ جاگتے کی کٹیا سوتے کا کٹڑا ☆

کہاوت ٧٥ ☆ جاہل فقیر شیطان کا ٹٹو☆

کہاوت ٧٦ ☆جتنی چادر دیکھو اتنے پاؤں پھیلاؤ☆

کہاوت ٧٧ ☆جس کا کام اسی کو ساجے☆

کہاوت ٧٨ ☆جس کے ہاتھ میں ڈوئی اس کا سب کوئی ☆

کہاوت ٧٩ ☆جس کے پیشے میں بان وہ بڑا شیطان☆

کہاوت ٨٠ ☆جس نے بھونکنا سکھایا اس کو کاٹنے دوڑے☆

کہاوت ٨١ ☆ جلاہے کی عقل گدی پیچھے ہوتی ہے ☆

کہاوت ٨٢ ☆جولاہے شور کریا کریں تو کھڑی ہلاوے کان ارہر کے کھیت میں ☆

کہاوت ٨٣ ☆ جو سحری کھائے وہ روزے بھی رکھے☆

کہاوت ٨٤ ☆ جو چڑھے گا سو گرے گا☆

کہاوت ٨٥ ☆ جہاں دیدہ بسیار گوید دروغ ☆

کہاوت ٨٦ ☆ جہاں ننانوے گھڑے دودھ کے ہوں گے، وہاں ۔ ۔

کہاوت ۸۷ ☆ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے ☆

کہاوت ۸۸ ☆ جسے کو تیسا ملے سن لے راجا بھیل ☆

کہاوت ۸۹ ☆ چام کے دام چلانا ☆

کہاوت ۹۰ ☆ چاہنے کے نام گدھی نے کھیت کھانا چھوڑ دیا تھا ☆

کہاوت ۹۱ ☆ چپ کی داد خدا دیتا ہے ☆

کہاوت ۹۲ ☆ چٹی میں چتو میرا، بیٹا جیوے تیرا ☆

کہاوت ۹۳ ☆ چراغ تلے اندھیرا ☆

کہاوت ۹۴ ☆ چور جاتے رہے کہ اندھیاری ☆

کہاوت ۹۵ ☆ چمار کو عرش پر بھی بیگار ☆

کہاوت ۹۶ ☆ چوبے گئے تھے چھبے ہونے دو بے ہو آئے ☆

کہاوت ۹۷ ☆ چور کا مال سب کوئی کھائے چور کی جان اکارت جائے ☆

کہاوت ۹۸ ☆ چور کے گھر مور ☆

کہاوت ۹۹ ☆ چور کی داڑھی میں تنکا ☆

کہاوت ۱۰۰ ☆ چور کی ماں کوٹھی میں سر دے کر روتی ہے ☆

کہاوت ۱۰۱ ☆ چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں ☆

کہاوت ۱۰۲ ☆ خان خاناں کھانے میں بطانہ ☆

کہاوت ۱۰۳ ☆ خوب شد کہ بیل نہ شد ☆

کہاوت ۱۰۴ ☆ داتا کے بھنڈاری کا پیٹ پھٹے ☆

کہاوت ۱۰۵ ☆ دستار اور گفتار اپنی ہی کام آتی ہے ☆

کہاوت ۱۰۶ ☆ دلی کی بیٹی متھرا کی گائے کرم پھوٹے تو باہر جائے ☆

کہاوت ۱۰۷ ☆ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ☆

کہاوت ۱۰۸ ☆ دھم دھم، پیچ نہ غ، مرے سو ہم ☆

کہاوت ۱۰۹ ☆ دیکھو مردوں کی پھیری یہ ماں تیری یا میری ☆

کہاوت ۱۱۰ ☆ دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے ☆

کہاوت ۱۱۱ ☆ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ☆

کہاوت ۱۱۲ ☆ ڈھاک تلے کی چکنی لیکھا جوں کا توں ☆

کہاوت ۱۱۳ ☆ ڈوبا بنس کبیر کا جو آ جے پوت کمال ☆

کہاوت ۱۱۴ ☆ ڈولی آئی ڈولی آئی میرے من میں چاؤ ☆

کہاوت ۱۱۵ ☆ ڈھول میں پول ☆

کہاوت ۱۱۶ ☆ رہیں جھونپڑیوں میں خواب دیکھیں محلوں کا ☆

کہاوت ۱۱۷ ☆ ریوڑی کے پھیر میں پڑنا ☆

کہاوت ۱۱۸ ☆ زر کو زر کھینچتا ہے ☆

کہاوت ۱۱۹ ☆ زمین شور سنبل ندارد ☆

کہاوت ۱۲۰ ☆ سارا گھر جل گیا تب چوڑیاں پوچھیں ☆

کہاوت ۱۲۱ ☆ ساس مرگئی اپنی ارواح تو بنے میں چھوڑ گئی ☆

کہاوت ۱۲۲ ☆ سچا جائے روتا آئے، جھوٹا جائے ہنستا آئے ☆

کہاوت ۱۲۳ ☆ سخن فہمی عالم بالا معلوم شد ☆

کہاوت ۱۲۴ ☆ سن رے ڈھول بہو کے بول ☆

کہاوت ۱۲۵ ☆ سکھائے پوت دربار نہیں جاتے ☆

کہاوت ۱۲۶ ☆ سو نکٹوں میں ایک ناک والا نکو ☆

کہاوت ۱۲۷ ☆ سوت کی انٹی یوسفؑ کی خریداری ☆

کہاوت ۱۲۸ ☆ سوت چون کی بھی بری ☆

کہاوت ۱۲۹ ☆ سووے گا سو کھووے گا جاگے گا سو پاوے گا ☆

کہاوت ۱۳۰ ☆ سوئمبر کی رسم ادا کرنا ☆

کہاوت ۱۳۱ ☆سیف تو پٹ پڑی تھی مگر نیمچہ کاٹ کر گیا ☆

کہاوت ۱۳۲ ☆ سینک سڑ پے تو لالہ جی کے ساتھ گئے اب تو دیکھو اور کھاؤ کہانی، ☆

کہاوت ۱۳۳ ☆ سیکھ واکو دیجئے جا کو سکھ سہائے سیکھ نہ دیجئے بادرا جو گھریئے کا جائے ☆

کہاوت ۱۳۴ ☆شرم کی بہونت بھو کی مرے ☆

کہاوت ۱۳۵ ☆ شیخ نے کچھوے کو بھی دغادی ☆

کہاوت ۱۳۶ ☆ شیر کا ایک ہی بھلا ☆

کہاوت ۱۳۷ ☆ شیطان کا شیرہ ☆

کہاوت ۱۳۸ ☆ضرورت ایجاد کی ماں ہے ☆

کہاوت ۱۳۹ ☆طویلے کی بلا بندر کے سر ☆

کہاوت ۱۴۰ ☆عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ☆

کہاوت ۱۴۱ ☆غرور کا سر نیچا ☆

کہاوت ۱۴۲ ☆ قاضی کی مونچ ☆

کہاوت ۱۴۳ ☆ قانون گو کی کھوپڑی مری بھی دغادے ☆

کہاوت ۱۴۴ ☆قدر عافیت کسے داند کہ بہ مصیبت گرفتار آید ☆

کہاوت ۱۴۵ ☆ کچھ بسنت کی بھی خبر ہے ☆

کہاوت ۱۴۶ ☆ کچھ تم سمجھے کچھ ہم سمجھے ☆

کہاوت ۱۴۷ ☆ دال میں کچھ کالا کالا ہے ☆

کہاوت ۱۴۸ ☆ کرتو کر نہیں تو خدا کے غضب سے ڈر ☆

کہاوت ۱۴۹ ☆ کرگا چھوڑ تماشے جائے ناحق چوٹ جولاہا کھائے ☆

کہاوت ۱۵۰ ☆کس برتے پر تتا پانی ☆

کہاوت ۱۵۱ ☆ کماویں میاں خان خاناں اڑائیں میاں فہیم ☆

کہاوت ۱۵۲ ☆ کنوں بیچا ہے کنوئیں کا پانی نہیں بیچا ☆

کہاوت ۱۵۳ ☆کوئل بولے سہ بندی ڈولے☆

کہاوت ۱۵۴ ☆کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھول گیا☆

کہاوت ۱۵۵ ☆کہاں راجا بھوج کہاں گنگو تیلی☆

کہاوت ۱۵۶ ☆کہوں تو ماں ماری جائے نہ کہوں تو باوا کتا کھائے☆

کہاوت ۱۵۷ ☆کھانے کو پہلے نہانے کو پیچھے☆

کہاوت ۱۵۸ ☆کھچڑی پکے کھد بد کھوں☆

کہاوت ۱۵۹ ☆کھچڑی کھاتے پہنچا اترا☆

کہاوت ۱۶۰ ☆کھیل بتاشوں کا مینہ☆

کہاوت ۱۶۱ ☆گاجر کھا گجروٹا پھینکا، ماں ری ماں میرا اگ ٹک سہاگ بہوڑا☆

کہاوت ۱۶۲ ☆گربہ کشتن روز اول☆

کہاوت ۱۶۳ ☆گنگا کو آنا تھا بھاگیرت کے سر جس ہوا،☆

کہاوت ۱۶۴ ☆گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے☆

کہاوت ۱۶۵ ☆گھر میں آئی جورو ٹیڑھی پگڑی سیدھی ہوئے☆

کہاوت ۱۶۶ ☆لالچ بری بلا ہے☆

کہاوت ۶۷ ☆لکھے موسیٰ پڑھے خدا☆

کہاوت ۱۶۸ ☆لوٹ کے موسل بھی بھلے☆

کہاوت ۱۶۹ ☆لونئے کا لون گرا دونا ہوا تیلی کا تیل گرا اپنا ہوا☆

کہاوت ۷۰ ☆لینا ایک نہ دینا دو☆

کہاوت ۱۷۱ ☆مار کے آگے بھوت بھاگتا ہے☆

کہاوت ۱۷۲ ☆مایا سنا کی سوبھا سنسار کی۔☆

کہاوت ۱۷۳ ☆مرغے کی ایک ہی ٹانگ☆

کہاوت ۱۷۴ ☆ملا کی داڑھی تبرک ہی میں گئی☆

کہاوت ۱۷۵ ☆من چنگا تو کٹھوتی میں گنگا ☆

کہاوت ۱۷۶ ☆منہ میں زبان حلال ہے ☆

کہاوت ۷۷ ☆مونچھوں پرتاؤ دینا ☆

کہاوت ۱۷۸ ☆میرا بیل منطق نہیں پڑھا ☆

کہاوت ۱۷۹ ☆میو مرا جانیے جب وا کا تیجا ہوا ☆

کہاوت ۱۸۰ ☆نادان دوست سے دانا دشمن بھلا ☆

کہاوت ۱۸۱ ☆نادان دوستی، جی کا زیاں ☆

کہاوت ۱۸۲ ☆ناؤ میں خاک کیوں اڑاتے ہو ☆

کہاوت ۱۸۳ ☆نٹ بدیا پائی جائے جٹ بدیا نہ پائی جائے ☆

کہاوت ۱۸۴ ☆نماز کو گئے روزے گلے پڑے ☆

کہاوت ۱۸۵ ☆نمازی کا ٹکا ☆

کہاوت ۱۸۶ ☆ننانوے کے پھر میں پڑنا ☆

کہاوت ۸۷ ☆نہ بولتا نہ مارا جاتا ☆

کہاوت ۱۸۸ ☆نیکی برباد گناہ لازم ☆

کہاوت ۱۸۹ ☆نیکی کر دریا میں ڈال ☆

کہاوت ۱۹۰ ☆واہ پیر علیا پکائی تھی کھیر ہو گیا دلیا ☆

کہاوت نمبر ۱۹۱ ☆وار مرداں خالی نہ باشد ☆

کہاوت ۱۹۲ ☆وقت ایک سا نہیں رہتا ☆

کہاوت ۱۹۳ ☆ ☆وہ پانی ملتان گیا ☆

کہاوت ۱۹۴ ☆وہ دن گئے جب خلیل خان فاختہ اڑایا کرتے تھے ☆

کہاوت ۱۹۵ ☆ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے ☆

کہاوت ۱۹۶ ☆ہمت مرداں مدد خدا ☆

کہاوت ۱۹۷	☆ ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں ☆
کہاوت ۱۹۸	☆ یا بسے گوجر یا رہے اوجڑ ☆
کہاوت ۱۹۹	☆ یک نہ شد دو شد ☆
کہاوت ۲۰۰	☆ یہ منہ اور مسور کی دال ☆

کہاوت ۱

☆اللہ میاں بھرتے کو بھرتے ہیں☆

مطلب:۔ جب حاجت مند محروم رہیں اور غیر مستحق فیض یاب ہوں تو کہتے ہیں۔

کہانی:۔

کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے پردیس جاتے وقت اپنے نوکروں کو بلایا۔ ایک نوکر کو پانچ توڑے اشرفی، دوسرے کو دو اور تیسرے کو صرف ایک توڑا دیا۔ دراصل اس کی یہ تقسیم ہر ایک کی لیاقت اور مزاج کے مطابق تھی۔ اس کے جانے کے بعد جس نوکر کو پانچ توڑے ملے تھے اس نے ان سے کاروبار کر کے مزید پانچ توڑے پیدا کر لیے۔ جس کو دو ملے تھے اس نے دو اور توڑے کما لیے لیکن جس کو صرف ایک توڑا ملا تھا اس نے اپنے توڑے کو زمین میں گاڑ کر چھپا دیا۔

ایک مدت بعد جب آقا واپس آیا تو ہر ایک سے حساب طلب کیا۔ ہر نوکر نے اپنی اپنی کارگزاری کی روداد سنائی۔

پہلے دو نوکر جنہوں نے اس کے دیئے ہوئے پانچ کے دس اور دو کے چار توڑے کیے تھے ان پر اس مالک نے اپنا اظہار خوشنودی کیا اور آئندہ فائدے کی امید دلائی۔

تیسرے نوکر نے اس سے جب یہ کہا کہ اے خداوند میں تجھے جانتا تھا کہ تو سخت آدمی ہے اور جہاں تجھ نے کچھ نہیں بویا اور نہیں بکھیرا وہاں سے تو کاٹتا اور جمع کرتا ہے۔ اس لیے میں نے ڈر کر اسے چھپا دیا اور یہ جوں کا توں تیرے حوالے ہے۔

مالک بولا کہ اے سست و جاہل نوکر جب تو میری اس عادت سے واقف تھا تو تجھے لازم تھا کہ تو وہ توڑا کسی ساہوکار کو دیتا تاکہ میں واپس آکر بمہ سود اپنی رقم لیتا۔ لہذا جس کے پاس دس توڑے ہیں تو اپنا توڑا بھی اسی کو دے تاکہ اس کے پاس ایک اور زیادہ ہو جائے اور تو بالکل خالی ہاتھ رہے۔

کہاوت ۲

☆ابے چھوڑ میرا پاؤں دکھتا ہے☆

مطلب مکر و فریب سے کام لے کر اپنے آپ کو محفوظ کرنا۔

کہانی:۔

کہتے ہیں کہ ایک چالاک چور نے کسی کے مکان میں نقب لگا کر اندر داخل ہونے کے لیے اپنا پاؤں ڈالا۔ مالک مکان جو کہ جاگ رہا تھا اس نے چور کا پاؤں پکڑ لیا۔ چور نے بے تحاشا ایک چیخ ماری ''ابے چھوڑ میرا پاؤں دکھتا ہے۔'' مالک مکان نے انسانی فطرت اور ہمدردی کے تقاضے کے مطابق فوراً ہی چور کی ٹانگ چھوڑ دی۔ ادھر چور موقع پاتے ہی نو دو گیارہ ہو گیا۔

کہاوت ۳:۔

☆ابھی دلی دور ہے☆

مطلب:۔''ہنوز دلی دور است'' کا ترجمہ ہے۔ جب کسی کام کے کرنے میں ابھی بہت وقت پڑا ہو اس وقت کہتے ہیں۔

کہانی:۔

تاریخ فرشتہ کے حوالے سے سید احمد دہلوی نے لکھا ہے کہ غیاث الدین تغلق حضرت نظام الدین اولیاؒ سے ظاہری عقیدت رکھتا تھا جب کہ دل میں سخت عداوت تھی۔ چنانچہ جس وقت وہ بنگالہ کو فتح کر کے واپس آ رہا تھا تو اس نے ایک قاصد کے ہاتھ حضرت نظام الدین سلطان المشائخ کے حضور کہلا کر بھیجا کہ آپ میرے پہنچنے سے پہلے پہلے دہلی سے نکل جائیں اور اپنے مسکن غیاث پور سے بھی کنارہ کش ہو جائیں۔ جس وقت بادشاہ کا یہ پیغام لے کر قاصد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ایک اور ہی عالم میں بیٹھے تھے۔ آپ کو بادشاہ کا یہ پیغام نہایت ہی ناگوار گزرا۔ جس کے جواب میں صرف اتنا فرمایا کہ'' ہنوز دلی دور است'' یعنی دلی ابھی دور ہے۔ بادشاہ پہلے یہاں پہنچ تو جائے جب ہی اپنے یہ منصوبے ظاہر کرے۔ خدا کے گھر کی کس کو خبر ہے کہ کیا ہونے والا ہے؟ چنانچہ آپ پہلے خود اپنی مرضی سے کئی مرتبہ اس جگہ کو چھوڑ چکے تھے مگر اس بار مطلق ارادہ نہیں فرمایا۔ چنانچہ خود بادشاہ ہی کو دہلی کے قریب پہنچ کر اپنے ہی شہر میں قدم رکھنا نصیب نہ ہوا اور قصرِ تغلق کے نیچے جو اس کے

بیٹے نے افغان پور میں اپنے باپ کے قیام کے لیے بنوایا تھا، دب کرمر گیا۔جس کی مختصر داستان یہ ہے۔

جب غیاث الدین تغلق تر ہت اور بنگالہ کو فتح کر کے دارالسلطنت کی طرف چلاتو اس نے جلد پہنچنے کی خوشی میں فوج کو راستے ہی میں چھوڑ دیا اور خود بھاگم بھاگ دارالخلافہ کی طرف چل پڑا۔ جب اس کے بیٹے الغ خان نے اپنے باپ کی آمد کی خبر سنی تو اس نے افغان پور کے قریب جو تغلق آباد سے تقریباً سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے مختصر عرصہ میں اپنے باپ کے لیے ایک عالی شان محل تیار کرا دیا تا کہ بادشاہ رات کو وہاں آرام کر کے صبح کو نہایت تزک واحتشام کے ساتھ دارلسلطنت میں داخل ہو۔لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔بادشاہ صبح سویرے اٹھا۔باشتہ کر کے روانہ ہونے کو تھا کہ محل کی چھت بادشاہ کے اوپر آن پڑی۔ بادشاہ اپنے پانچ مصاحبوں سمیت دب کر مر گیا۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بادشاہ کے بیٹے ہی نے اسے اس ترکیب سے مارا تھا۔ صاحب تاریخ فرشتہ محمد قاسم استر آبادی لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں ابھی تک یہ مثل مشہور ہے اور مروج چلی آرہی ہے۔ابن بطوطہ کے سفر نامہ عجائب الاسفار میں جو واقعہ درج ہے اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

حضرت نظام الدین اولیاؒ بدایوانی دہلی میں قیام پذیر تھے۔غیاث الدین تغلق کا بیٹا جونا خان اپنے باپ کی مرضی کے خلاف آپؒ کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا اور آپ سے دعا کا خواستگار رہتا تھا۔

ایک دفعہ اس نے خدام درگاہ سے کہا کہ جس وقت سلطان جذبہ اور وجد کی کیفیت میں ہوں ہمیں فوراً خبر پہنچا دینا۔ چنانچہ ایسے موقع پر حاضر خدمت ہوا۔ حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا کہ ہم نے تجھے سلطنت بخشی۔ یہ خبر جب بادشاہ تک پہنچی ہ اور بھی ناراض ہوا اور بنگالہ سے ہی پیغام بھیجا کہ ''یا شیخ آنجا باشد یا من'' یعنی یا تو شیخ وہاں رہیں گے یا میں۔ سلطان المشائخ نے برجستہ فرمایا ''ہنوز دلی دور است۔''

چنانچہ تاریخ گواہ ہے۔ ۷۶۵ھ بمطابق ۱۳۲۵ء میں بادشاہ کے پہنچنے سے پہلے سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاؒ نے انتقال فرمایا۔ جونا خان نے حضرت کے جنازے کو کندھا دیا۔ اسی سال بادشاہ افغان پور کے محل میں دب کر مر گیا اور اسے دہلی میں زندہ داخل ہونا نصیب نہ ہوا۔

دیتا ہے روز محشر پر رندوں کو دھمکیاں
واعظ زبان روک ابھی دلی دور ہے
(قدر)

کہاوت ۴

☆اپنی چیز کی توقیر دوسروں کی تحقیر☆

کہانی :-

کہتے ہیں کہ برہست دیوتا نے جنگل کے تمام چوپاؤں کے نام ایک اعلان جاری کیا کہ سب اپنے اپنے بچوں کو میرے پاس لائیں۔ جس کا بچہ سب سے زیادہ خوبصورت ہو گا اس کو انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ مختلف جانوروں کے علاوہ بندر اور بندریا بھی اپنے بچے کو دیوتا کے روبرو لائے۔ جب بندریا نے اپنے گنجے چپٹی ناک اور بدہیت چہرے والے بچے کو بڑی مامتا کے ساتھ پیار کرکے دیوتا کے سامنے پیش کیا تو تمام جانوروں نے بندر اور بندریا پر ایک طنزیہ قہقہ لگایا۔ اس پر بندریا نے بڑی سنجیدگی سے کہا یہ تو میں نہیں کہہ سکتی کہ دیوتا میرے بچے کو انعام دیں گے مگر مجھ ماں کی آنکھوں میں سب سے زیادہ پیارا اور خوب صورت بچہ اگر کوئی ہے تو وہ صرف میرا ہے۔

کہاوت ۵

☆اپنے کئے کا علاج نہیں☆

مطلب:۔ کس نے کیا؟ خود ہی کیا، پھر شکایت کیسی؟

کہانی:۔

کہتے ہیں کہ ایک کسان نے اپنے کھیت میں بہت سی مرغیاں پال رکھی تھیں۔ اسی کھیت کے آس پاس ایک لومڑی بھی رہتی تھی۔ موقع پا کر روزانہ آتی اور ایک دو مرغیاں کھا جاتی۔ کسان یہ دیکھ کر بڑا پریشان ہوا۔ آخر ایک دن کسان نے لوڑی کو پکڑلیا۔ چاہتا تو دو چار ڈنڈے مارکر اسے ختم کر دیتا۔ اس کی بجائے اس نے بہت سا گووڑ تیل میں تر کرکے پہلے اس کی دم سے باندھا اور پھر اس میں آگ لگا کر اسے چھوڑ دیا۔ لومڑی آگ کے اس عذاب سے بلبلا کر بھاگی۔ قضارا اس کا رخ کھیت ہی کی طرف ہوا جہاں گندم کی فصل کٹی پڑی تھی۔ جلی ہوئی دم سے گندم کے ڈھیر میں آگ لگ گئی۔ ساری گندم جل کر برباد ہو گئی۔ کسان کف افسوس مل کر کہنے لگا'' اپنے کئے کا علاج نہیں۔''

کہاوت ٦

☆اترا شحنہ مردک نام☆

مطلب اقتدار سے محروم ہونے کے بعد کوئی عزت نہیں کرتا۔

کہانی:۔

کہتے ہیں دلی کا کوتوال بہت سخت اور جابر تھا۔ جب معزول ہو کر گھر جانے لگا تو لوگوں نے اسے خوب زودکوب کیا یہاں تک کہ اس کا اثاثہ بھی چھین لیا۔ اس پر کسی ظریف نے یہ مثل کہی۔

لیتے تھے ہم رند اسی کا ڈرتے ڈرتے کل تک نام
آج نہیں یہ محتسب اب ہے اترا شحنہ مردک نام
(شوق)

شحنہ دہلی خلق آزار، بچہ افغان رشوت خوار
خوار ہوا بارے اس سال، لوگوں کا تھا یار اقبال
سب نے کہا سب جھوٹا کام، اترا شحنہ مردک نام
(مومن)

کہاوت ۷

☆اتم کھیتی مدھم بیوپار نکھد نوکری بھیک ندان ☆

مطلب: ۔سب سے اعلیٰ کھیتی باڑی، اس سے کم تر تجارت اور ملازمت بدرجہ تابع داری اور بھیک سب سے گھٹیا کام ہے۔

کہانی: ۔

کہتے ہیں کہ کسی امیر نے یہ مثل ایک پتھر پر کھدی ہوئی دیکھ کر اپنا کاروبار ترک کر دیا اور کھیتی باڑی کا کام شروع کر دیا۔ لیکن خود عیش وعشرت میں مصروف ہو گیا۔ کچھ مدت بعد جب اسے نقصان کا علم ہوا تو اس نے وہ پتھر اٹھا کر غصے سے زمین پر پھینک دیا۔ اتفاق سے وہ پتھر الٹا گرا تو اس کی پشت پر کھیتی کھسموں سیتی لکھا ہوا نظر پڑا۔ یہ جملہ بجائے خود کھیتی باڑی کے نقصان کا حامل تھا۔اسی روز سے یہ مثل مشہور ہو گئی۔

کہاوت ۸

☆اتم سے اتم ملے اور نیچ سے نیچ ☆
پانی سے پانی ملے اور کیچ سے کیچ

مطلب:۔میل ملاقات انہی لوگوں کے درمیان ہوتی ہے جو ایک دوسرے کے ہم مزاج ہوتے ہیں۔شریف کا میل شریف کے ساتھ، رذیل کا رذیل کے ساتھ ہوتا ہے۔

کہانی:۔

حکایت ہے کہ کسی کسان کے کھیت میں سارس اس کے بوئے ہوئے بیج آ کر کھا جاتے تھے۔کسان نے جال بچھا کر بہت سے سارس پکڑ لئے۔ان میں ایک لم ٹنگو بھی پھنس گیا۔زخمی لم ٹنگو نے کسان کی خوشامد کی کہ وہ اس کو چھوڑ دے، کیونکہ وہ سارس نہیں ہے بلکہ ڈھینگ ہے۔اس نے اپنے پروں کو دکھایا اور کہا کہ دیکھو میرے بازو اور پر بھی سارسوں سے کتنے مختلف ہیں۔کسان نے جواب دیا مجھے تمھارے اس فرق سے کیا مطلب۔میں تو یہ جانتا ہوں کہ میں نے تم کو لوٹ مار کرنے والے سارسوں کے ساتھ پکڑا ہے لہذا ان کے ساتھ تم کو بھی سزا ملے گی۔

کہاوت ۹

☆اڑھائی دن سقے نے بھی بادشاہت کی ہے☆

کہانی:۔

تاریخی واقعہ ہے کہ جب ہمایوں بادشاہ شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر بھاگا اور اپنے گھوڑے کو دریائے گنگ میں ڈالا تو دیکھا کہ دریا زور شور سے چڑھا ہوا ہے۔ ابھی کنارے ہی پر تھا کہ گھوڑے سے گرا اور قریب تھا کہ ڈوب کر ہلاک ہو جائے، نظام نامی ایک سقے نے جو اس وقت اپنی مشک پر تیر رہا تھا بادشاہ کے پاس آ کر اپنی مشک پیش کی اور مشک پر بٹھا کر بادشاہ کو دوسرے کنارے جا پہنچایا۔ ہمایوں نے کہا مانگ کیا مانگتا ہے؟ نظام بولا "جہاں پناہ! اڑھائی دن کی بادشاہت عطا ہو"۔ یہ واقعہ ۹۴۶ھ بمطابق ۱۵۴۰ء کا ہے۔ آگرے پہنچ کر بادشاہ نے اپنا وعدہ ایفا کیا۔ نظام نے اڑھائی دن میں ہزاروں مشکیں کٹوا کر اپنے نام کا سکہ جاری کیا اور ہمیشہ کے لیے خوش حال ہو گیا۔

عجب نہیں ہے کمینہ جو کج کلاہ ہوا
اڑھائی روز کو سقہ بھی بادشاہ ہوا
(مصحفی)

کہاوت ۱۰

☆اس کی دم میں کیا سرخاب کے پر لگے ہیں ☆

مطلب:۔تیرے گھر پہ کون سے لال جھنڈے (کھڑے) کہرا رہے ہیں!

کہانی

سکھوں کی حکومت میں، ان کی طرف سے کہا گیا تھا کہ سیداور پیرو غیرہ اپنے گھروں پر سرخ رنگ کے جھنڈیاں لگالیں تا کہ حکومت کے کارندے ان سے کوئی تعرض نہ کریں۔اس لیے اس وقت سے یہ مثل چلی آ رہی ہے کہ کون سے تمھارے گھر پر لال جھنڈے لگے ہوئے ہیں کہ تم اس بات سے بچے رہو گے۔

کہاوت ۱۱

☆اکیلے دو اکیلے کا اللہ بیلی ☆

مطلب: ۔ایک یا دو آدمیوں کا سفر خطرے سے خالی نہیں ہوتا ۔کئی آدمی مل کر سفر کریں تو محفوظ رہتے ہیں۔

دلی سے دس پندرہ کلومیٹر دور فرید آباد کے قریب ایک پرانا نالہ ہے۔اب اس پر پل بن گیا ہے۔اور یہ بڑھیا کے پل کے نام سے مشہور ہے۔کسی زمانے میں یہ جگہ غیر آباد تھی ۔اس وقت وہاں ایک بڑھیا نالے کے قریب درختوں کے جھنڈ میں بیٹھی بھیک مانگا کرتی تھی۔اس کے بیٹے پوتے اور نواسے وغیرہ راہزن تھے ۔جب کبھی اس نالے کے قریب سے ایک یا دو آدمی گزرتے تو بڑھیا پکار کر کہتی ''اکیلے دو اکیلے کا اللہ بیلی'' اور جب لوگ زیادہ تعداد میں ہوتے تو چیختی ''جمعہ جماعت کی خیر''۔ لوٹنے والے بڑھیا کی آواز سے خبردار ہو جاتے۔اگر مسافر اکیلا یا دو ہوتے تو ان کو لوٹ لیتے اور اگر زیادہ ہوتے تو ان کو چھوڑ دیتے۔

کہاوت ۱۲

☆الٹی گنگا بہائی ہے☆

مطلب: ۔کوئی شخص دانستہ ہٹ دھرمی سے کوئی کام کرے یا کوئی بات خلاف رسم و رواج واقع ہو۔

کہانی: ۔کہتے ہیں ایک جاٹ کی جورو بہت ضدی اور ہٹی تھی۔ ہمیشہ اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف کام کرتی تھی۔۔ جاٹ نے اس سے چھٹکارا پانے کے لیے اس سے کہا کہ آج سے میں تجھ کو تیرے میکے نہ جانے دوں گا۔عورت نے حسبِ عادت اس کی مخالفت کی۔خاوند بولا اچھا جا چلی جا مگر میں تیرے ہمراہ نہ جاؤں گا۔عورت نے اس دفعہ بھی اپنی ہٹ سے کام لیا۔ بالآخر دونوں اسی وقت روانہ ہو گئے۔راستے میں گنگا پڑتی تھی۔ جاٹ بولا کہ ناؤ میں بیٹھ چل۔عورت نے اس بات سے بھی انکار کیا۔بولی میں تو تیر کر پار ہوں گی۔ یہ کہتے ہی وہ دریا میں کود پڑی۔اس طرح اپنی ضد اور حماقت کے ہاتھوں پار ہونے کی بجائے ڈوب گئی۔اس کا خاوند عورت کے بہاؤ کے رخ پر دیکھنے کی بجائے اسے کنارے کے آس پاس ڈھونڈنے لگا۔لوگوں نے پوچھا کہ تم کیا ڈھونڈ رہے ہو؟بولا بھائی کیا بتاؤں ابھی ابھی میری گھر والی یہاں ڈوب گئی ہے۔اسے تلاش کر رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تم کو رخ پر آگے جا کر تلاش کرنا چاہیے۔اس نے جواب دیا کہ میری عورت ہمیشہ خلاف قاعدہ کام کرتی رہی ہے۔دریا میں جانے کے بعد بھی وہ بہاؤ کے خلاف ہی گئی ہو گی۔لوگوں نے ہنس کر کہا کیا خوب!''اب تو الٹی گنگا بہنے لگی''۔

ہم تو پیاسے رہیں مے غیر کو دے پیر مغاں
الٹی اس شہر میں بہتی ہوئی گنگا دیکھی

(اسیر)

ہیں مچھلیاں بھوؤں کی جبیں پر شکن کے اندر
الٹی ہے بہتی گنگا مچھی بھون کے اندر

(اوج دہلوی)

کہاوت ۱۳

☆اندھا دوزخی، بہرا بہشتی ☆

مطلب:۔

اندھا نابینا ہونے کی وجہ سے ہمیشہ دوسروں سے بدظن رہتا ہے۔ اس کے برعکس سماعت سے محروم بہرا کسی سے بدظن نہیں ہوتا۔

کہانی:۔

کہتے ہیں کسی امیر کے گھر ایک اندھا بھی دعوت میں بلایا گیا۔ جب دستر خوان آراستہ ہوا اور لوگ کھانا کھانے لگے تو اندھے کو یہ خیال سوجھا کہ شاید اور لوگ دونوں ہاتھوں سے کھانا کھا رہے ہیں۔ اسی خیال کے تحت اس نے بھی یہی کیا۔ جب کھانا ختم ہوا اور لوگ گھر جانے لگے تو اس نے اپنے دل میں سوچا کی شاید لوگ اپنے اپنے برتن بھی ہمراہ لے جا رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے بھی اپنے آگے کے برتن سنبھالے اور دروازے کا رخ کیا۔ جب دروازے پر پہنچا تو دربان نے برتن چھین کر کہا کہ "اندھا بے ایمان"۔

کہاوت ۱۴

☆اندھا گائے بہرا بجائے ☆

مطلب :۔کوئی نا اہل کسی کام کو کرے تو اس وقت یہ کہاوت کہتے ہیں۔

کہانی:

۔ کہتے ہیں ایک اندھا اور دوسرا بہرا دونوں آپس میں دوست تھے۔اتفاق سے دونوں ایک امیر آدمی کے گھر گانے کی محفل میں گئے ۔وہاں تمام رات گانا بجانا ہوتا رہا۔ جب صبح یہ دونوں واپس اپنے مکان کو جارہے تھےتو راہ میں دونوں میں یہ باتیں ہوئیں۔

بہرا: کیوں بھئی ناچ کیسارہا

اندھا: آج تو صرف گانا ہی ہوا ناچ کل ہوگا۔

قریب سے گزرنے والے لوگ یہ گفتگو سن کر کہنے لگے تم دونوں سچ کہہ رہے ہو۔

کہاوت ۱۵

☆اندھے کے ہاتھ بٹیر لگا کہا روز شکار کریں گے☆

مطلب:۔اتفاق پر بھروسہ کرنا نادانی ہے کیا جانے پھر اتفاق ہو یا نہ ہو۔

کہانی:۔

کہتے ہیں کسی گاؤں میں چند دوست رہتے تھے۔جنھیں شکار کا بہت شوق تھا۔ان کا ایک نابینا دوست بھی تھا۔ایک دن نابینا دوست بھی ان کے ہمراہ شکار کے لیے گیا۔مگراس روز بدقسمتی سے کوئی شکار ہاتھ نہ لگا۔سب نے نابینا کو سخت سست کہا کہ تمھاری وجہ سے آج ہم ناکام ہوئے ہیں۔نابینا نے کہا میں ذرا گندم کے کھیت میں جا کر رفع حاجت کر آؤں۔

نابینا نے جونہی گندم کے کھیت میں اپنی ضرورت کے لیے مٹی کا ڈھیلا اٹھانے کے لیے ہاتھ مارا وہاں ایک بٹیر سویا ہوا تھا اندھے کا ہاتھ اس پر جا پڑا۔اندھے نے فوراً بٹیر قابو کرلیا اور خوشی خوشی اچھلتا ہوا گندم کے کھیت سے باہر آ گیا۔جب اس کے دوستوں نے بٹیر دیکھا تو وہ بھی بہت خوش ہوئے اور لگے اس کی تعریف کرنے۔اندھے نے جوشِ مسرت سے کہا کہ"اب ہم روز شکار کیا کریں گے"۔تب سے یہ کہاوت مشہور ہوگئی۔

کہاوت ۱۶

☆اندھیر نگری چوپٹ راجا ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا☆

مطلب:۔ بادشاہ یا حاکم کی غفلت اور بدعنوانی سے ملک کا نظام درہم برہم ہونے کے وقت کہتے ہیں۔

کہانی:۔

کہتے ہیں ایک گرو اور اس کا چیلا کسی شہر میں پہنچے۔ گرو بولا! بیٹا بازار جاؤ اور کچھ کھانے کا سامان خرید لاؤ۔ چیلا بازار پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہاں ہر شے ٹکے سیر بک رہی ہے۔ چیلے نے ارزاں سمجھ کر بہت سے مٹھائی خرید کر گرو کے حوالے کی اور کہا گرو جی یہ نگری تو بہت اچھی ہے، چند دن یہیں ٹھہرو۔ گرو نے سمجھایا تو ابھی بالک ہے یہ اندھیر نگری ہے۔ یہاں کے تمام کام اندھا دھند ہوتے ہیں چل میرے ساتھ ورنہ پشیماں ہوگا۔ چیلا نہ مانا تو گرو نے اس کو چھوڑ کر اپنی راہ لی۔ چیلا اسی نگری میں رہا اور تھوڑے ہی دنوں میں کھا پی کر خوب موٹا سنڈ مسنڈ ہو گیا۔ ایک دن وہاں ایک شخص کو کسی جرم میں پھانسی دی جانے والی تھی۔ اتفاق سے پھانسی کا پھندا بہت ڈھیلا تھا۔ راجا کو اطلاع دی گئی اور پوچھا گیا کہ اب کیا کیا جائے۔ حکم ہوا کہ اس کے بدلے میں کسی موٹے تازے آدمی کو پکڑ کر پھانسی دی جائے۔ چنانچہ وہ چیلا کیم شحیم ہونے کی وجہ سے پکڑا گیا۔ اب اسے اپنے گرو کا کہنا یاد آیا اور بہت پچھتایا۔ اتفاق سے اس بات کی خبر گرو کو بھی ہو گئی۔ وہ عین پھانسی کے وقت وہاں پہنچا اور کوتوال سے کہنے لگا

کہ یہ پھندا تم میرے گلے میں ڈالو کیونکہ جو کوئی اس وقت اس پھندے کو اپنی گردن میں ڈال کر پھانسی پائے گا وہ ترت جنت میں جائے گا۔ کوتوال نے یہ مژدہ سن کر وہ پھندا اپنے گلے میں ڈالنا چاہا۔ وزیر کو خبر ہوئی تو وہ بھی اس پھندے کا عاشق بن گیا۔ یہاں تک کہ راجا کو بھی یہ خبر ملی تو وہ خود دوڑ کر سولی گھر پہنچا اور کہا کہ یہ متبرک پھندا میرے گلے میں ڈالو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور راجا نے پھانسی کا پھندا اپنے گلے میں ڈال لیا اور یوں چیلے کی جان بچی۔

کہاوت ۱۷
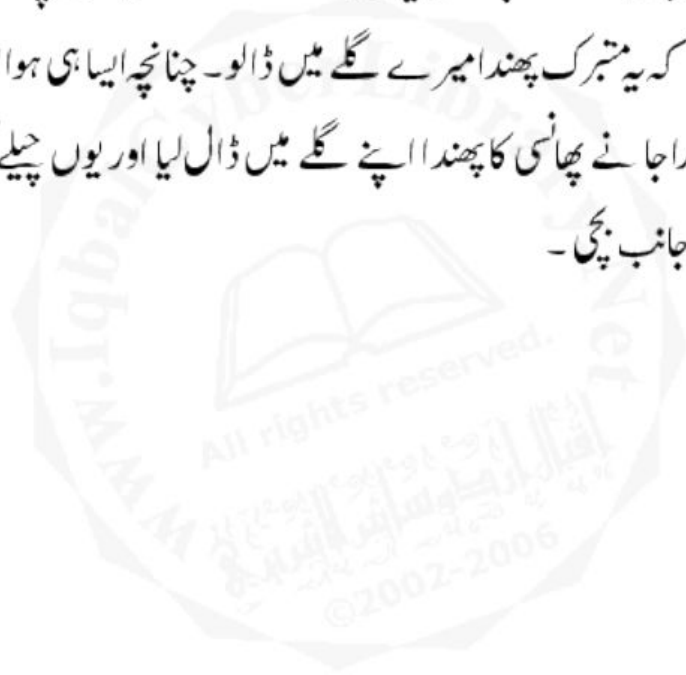
☆ان تلوں میں تیل نہیں☆

مطلب:۔جس سے فائدے کی امید نہ ہو۔اس کے متعلق کہی جاتی ہے۔

کہانی:۔

کہتے ہیں کہ ایک مہاجن نے دوسرے مہاجن سے سو روپے قرض طلب کئے۔اس نے کہا کہ تھوڑی دیر بعد لڑکے کو بھیج دینا اسے دے دوں گا۔

چنانچہ جب لڑکا آیا تو مہاجن نے سو روپے اس کو دے دیئے۔لڑکا روپے کی پوٹلی لئے گھر جا رہا تھا کہ راستے میں اسے ایک جوان اور خوب صورت عورت ملی جو اپنے شوہر کا کھانا لئے کھیت پر جا رہی تھی۔لڑکا تھا جوان وہ اس عورت پر فریفتہ ہو گیا۔ کچھ دیر اسے اپنی طرف متوجہ کر کے بولا۔اگر گھونگھٹ ہٹا کر اپنا چہرہ دیکھاؤ تو یہ سو روپے دوں گا۔عورت تھی لالچی اور مکار اس نے چہرہ دکھا کر وہ سو روپے کی رقم اینٹھ کھیتوں کی راہ لی۔

لڑکا بھی پیچھے پیچھے کھیت تک گیا لیکن کھیت میں جب اس کے شوہر کو دیکھا تو واپس لوٹ آیا۔اب اس نے سوچا کہ گھر جا کر باپ کو کیا جواب دوں گا۔یہ سوچ کر وہ دوبارہ مہاجن کے پاس گیا اور مزید سو روپے طلب کئے۔مہاجن نے وجہ پوچھی تو اسے سارا واقعہ بتانا پڑا۔مہاجن نے کہا میں تجھ کو روپے تو دوبارہ نہیں دوں گا البتہ تو مجھ کو اس کھیت پر لے چل۔نہ تو بدنام ہوگا نہ عورت پر کوئی آفت آئے گی اور تیرا روپیہ جوں کا توں تجھے واپس مل

جائے گا لڑکا تھوڑی دیر حیل حجت کے بعد مہاجن کو کھیت پر لے گیا۔ مہاجن پہلے تو کھیت میں ادھر اُدھر ٹہلتا رہا پھر اس نے یہ کہنا شروع کیا کہ ان تلوں میں تیل ہی نہیں۔ ان تلوں میں تیل نہیں نکلے گا۔ کھیت کے مالک نے جو یہ سنا تو وہ گھبرا کر اس کے پاس آیا اور تیل نہ نکلنے کی وجہ دریافت کی۔ مہاجن نے کہا کہ اس کھیت کے مال کا سودا چار سو روپوں میں تیری عورت سے ٹھہرا ہے۔ اب فصل دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان تلوں میں تیل ہی نہیں ہے۔ میں ایک سو روپیہ بیعانہ عورت کو پیشگی دے چکا ہوں۔ جاٹ نے عورت سے پوچھا تو اس نے اپنی بدنامی کے خوف سے اصل واقعہ تو بتایا نہیں لیکن سو روپے نکال کر شوہر کے حوالے کئے۔ جاٹ بولا لو میاں اپنا یہ بیعانہ۔ تل ہمارے ہیں چاہیے تیل نکلے یا نہ نکلے جاؤ اپنا راستہ لو۔

کرتی ہیں وہ پتلیاں اشارے ہم کو
کولہو میں بھی پیلو ان تلوں میں تیل نہیں (بحر)

آپ سے میل ہی نہ تھا گویا
ان تلوں میں تیل ہی نہ تھا گویا (شوق)

کہاوت ۱۸

☆اونٹ کی نکیل چوہے کے ہاتھ☆

مطلب جب کوئی بڑا آدمی کسی ادنیٰ یا کمینے کے قابو میں آجاتا ہے اور اسے مجبوراً اس کی فرماں برداری کرنی پڑتی ہے۔

کہانی:۔

ایک آوارہ اونٹ جنگل میں کھڑا ہری جھاڑیاں کھا رہا تھا۔ اتفاق سے ایک جنگلی چوہے نے موقع پا کر اس کی نکیل کی رسی پکڑ کر چاہا کہ اسے اپنے بل میں لے جائے۔ اطاعت کرنا اونٹ کی عادت ٹھہری۔ وہ چوہے کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ یہاں تک کہ چوہے اپنے بل پر جا پہنچا مگر وہ حیران اور پریشان تھا کہ اپنے اس لحیم شحیم! قدو قامت والے مہمان کو کس طرح اپنے گھر میں داخل کرے۔

کہاوت ۱۹

☆اونٹ کے گلے میں میانہ☆

مطلب:۔کسی ان ہونی اور تعجب انگیز بات پر کہتے ہیں۔

کہانی:۔

کہتے ہیں کہ ایک لالہ جی میانے میں سوار کہیں جا رہے تھے۔راہ میں ایک جگہ ہرے ہرے بونٹ (چنے) دیکھے تو انہوں نے کچھ بونٹ خرید کر اپنے میانے میں رکھ لئے۔تھوڑی دیر کے بعد ایک اونٹ ان کے قریب سے گزرا۔اس نے میانے کے اندر بونٹ رکھے ہوئے دیکھ کر اپنی گردن میانے کے اندر ڈال دی لالہ جی دہشت کے باعث ایک کونے میں دبک گئے۔اونٹ نے بونٹوں کے کچھ ٹہنے اپنے منہ میں دبا کر میانے کے دوسری طرف اپنی گردن نکالی تو میانہ اس کی گردن میں لٹک کر جھولنے لگا۔راستہ میں چلنے والوں نے جو یہ تماشا دیکھا تو ایک دوسرے سے ہنس کر کہنے لگے کہ ''اونٹ کے گلے میں میانہ''۔

کہاوت ۲۰

☆اونٹ مرا کپڑے کے سر☆

مطلب:۔ایک چیز کے نقصان کو دوسری چیز کے نفع سے پورا کرنا۔

کہانی:۔

کہتے ہیں ایک پارچہ فروش نے کچھ رقم جمع کر کے ایک اونٹ خریدا۔اتفاق سے چند دن بعد وہ اونٹ مر گیا۔تاجر کو اس کا بہت صدمہ ہوا لیکن اس نے کیا یہ کہ جس قدر رقم اونٹ کی خریداری میں صرف ہوئی تھی وہ تمام رقم اپنے مختلف قسم کے کپڑوں پر پھیلا کر مال مہنگا بیچنا شروع کر دیا۔چند دن بعد اس کا تمام گھاٹا پورا ہو گیا۔

کہاوت ۲۱

☆اونٹ کے گلے میں بلی☆

مطلب:۔ اصل سے نقل کی زیادہ قیمت۔قیمتی شے کے ساتھ کم قیمت چیز خرید نے کی شرط۔بڑی عمر والے مرد کے ساتھ کم سن لڑکی کا بیاہ

کہانی:۔

کہتے ہیں ایک شخص کا اونٹ کھو گیا۔اس نے خدا سے منت مانی کہ اگر اونٹ مل گیا تو وہ اسے صرف ایک ٹکے میں بیچ ڈالے گا۔اتفاق سے اونٹ مل گیا تو اسے ایفائے قسم کا سخت فکر لاحق ہوا۔۔آخر اس کے ایک دوست نے صلاح دی کہ اونٹ کے گلے میں بلی باندھو اور اس کی فروخت کا اشتہار اس طرح دو کہ ایک ٹکے میں اونٹ اور دو سو روپے میں بلی بیچتا ہوں۔لیکن شرط یہ ہے کہ خرید دار کو دونوں چیزیں ایک ساتھ خریدنی ہوں گی۔اس طرح وہ نقصان سے بچ جائے گا۔چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

کہاوت ۲۲

☆ایسی میخ ماری کہ پار گئی ☆

مطلب:۔خوب زک پہنچائی معنی دیگر مطلب بر آری کی یا کسی کے کام میں رخنہ اندازی کے موقع پر بھی بولتے ہیں۔

کہانی:۔

کہتے ہیں نواب آصف الدولہ شاہ اودھ نے زمین میں ایک میخ گڑوا کر حکم دیا کہ جو اس میخ پر تیر لگائے گا وہ ایک ہزار روپے کا انعام پائے گا۔ بہت سے تیر اندازوں نے قسمت آزمائی کی لیکن ناکام رہے۔ ناگاہ ایک فقیر بھی وہاں آیا اور کہا کہ دے کچھ راہ مولا۔ نواب نے کہا اس وقت تیر اندازی کا امتحان ہو رہا ہے اگر تم چاہو تو تم بھی اپنی قسمت آزماؤ اور ہزار روپے لے لو۔ فقیر بولا اگر تیری خوشی اسی میں ہے تو یہ بھی سہی۔ ہم کو بھی ایک تیر اور کمان دو تو ہم اپنا کرشمہ دکھائیں۔ فقیر کی خواہش پوری کی گئی۔ فقیر نے میخ تاک کر ایسا تیر مارا کہ میخ اکھڑ کر دور جا پڑی۔ نواب نے حسب وعدہ ایک ہزار روپے کی تھیلی اس کے حوالے کی۔ فقیر نے روپے لے کر پھر آواز لگائی کہ بابا کچھ اور راہ مولا! نواب نے کہا کہ تم کتنے حریص ہو کہ ایک ہزار کی رقم حاصل کر کے بھی سوال کر رہے ہو۔ فقیر بولا یہ تو میرا ہنر تھا اس میں تیرا کیا اجارہ ہے۔ کچھ راہ مولا دے تا کہ آخرت میں تیرے کام آئے۔ آصف الدولہ نے اس جواب پر ہنس کر مزید ایک ہزار روپے فقیر کے حوالے کئے۔

کہاوت ۲۳

☆ایک غریب کو مارا تھا تو نومن چربی نکلی ☆

مطلب:۔کوئی شخص مال دار ہوتے ہوئے اپنے آپ کو غریب بتائے۔

کہانی

کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنے آپ کو بہت غریب بتایا کرتا تھا۔ایک مرتبہ اس پر خیانت کا جرم ثابت ہوا اور اس کا مال و متاع قرق کرلیا گیا۔سامان قرق کرنے کے وقت اس کے گھر سے اس کے دیگر سامان کے ساتھ نومن چربی بھی نکلی۔اس وقت سے یہ کہاوت چلی آرہی ہے کہ"ایک غریب کو مارا تھا تو نومن چربی نکلی تھی"۔

کہاوت ۲۴

☆ایک گال میں آگ ایک میں پانی ☆

مطلب:۔وہ دغاباز،فریبی،دوغلا جو لگائی بجھائی کرتا ہے۔

کہانی۔

کہتے ہیں کہ ایک آدمی اور بندر میں بڑی دوستی تھی۔ایک دن آدمی اپنی بند مٹھی منہ کے پاس لاکر پھونکنے لگا۔بندر نے اس کی وجہ دریافت کی تو آدمی نے کہا سردی کی وجہ سے ہاتھ ٹھٹھر گئے تھے اس لئے پھونک رہا ہوں تا کہ گرم ہو جائیں۔دوسرے دن وہ ایک ایک رکابی میں گرم گرم شوربے کو پھونکیں مار کر ٹھنڈا کر رہا تھا۔بندر نے اس کی بھی وجہ معلوم کی آدمی نے اس کی وجہ بھی سمجھا دی۔اس پر بندر نے بیزار ہو کر کہا کہ تم ایک منہ سے گرم اور سرد دونوں چیزوں کو پھونکتے ہو یقیناً تم بڑے دغاباز ہو لہٰذا آج سے ہماری دوستی ختم ہو گئی۔

کہاوت ۲۵

☆ایک توے کی روٹی کیا چھوٹی کیا موٹی ☆

مطلب:۔ ایک خاندان کے دو اشخاص اگر چہ حیثیت میں مختلف ہوں مگر تعصب کے لحاظ سے ایک ہی نظر سے دیکھے جائیں گے۔

کہانی:۔

کہتے ہیں کہ ایک دولت مند عورت کی دو لڑکیاں تھیں۔ بڑی خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ چالاک اور تیز وطرار بھی تھی۔اس کے برعکس چھوٹی کالی، کمزور اور دبلی پتلی تھی۔ ماں کے مرنے پر بڑی بیٹی نے چاہا کہ چھوٹی بہن اس کی سرپرستی میں رہے تاکہ وہ خود ماں کی دولت پر قابض رہے۔ چھوٹی چاہتی تھی کہ وہ اپنا حصہ لے کر الگ زندگی بسر کرے۔ اس پر بڑی بہن نے خاندان کی چند عورتوں کو بلا کر کہا کہ میری اس کالی کلوٹی چھوٹی بہن کی شکل تو دیکھو۔اس پر بھی یہ مجھ سے اپنا حصہ الگ مانگ رہی ہے۔ چھوٹی بہن کو اپنی بہن کی یہ بات بہت بری لگی۔ بگڑ کر بولی میں کالی ہوں یا گوری اس سے تمہیں کیا واسطہ۔ میرا حصہ مجھے دو اپنا حصہ خود لو۔ آخر شیخی بگارنے سے کیا فائدہ۔ دونوں کی باتیں سن کر عورتوں نے کہا تم دونوں ایک ہی آوے کے تو برتن ہو ایک توے کی روٹی کیا چھوٹی اور کیا موٹی۔

کہاوت ۲۶

☆ آب آب کر کے مر گئے سرہانے دھرا رہا پانی ☆

کہانی :۔

ایک شخص ایران میں کچھ عرصہ قیام پذیر ہونے کی وجہ سے فارسی سیکھ گیا۔ وطن میں آیا تو اس فارسی دانی نے اسے عجیب مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ کہتے ہیں وہ بیمار ہو کر صاحب فراموش ہو گیا۔ حالت مرض میں اسے پیاس لگی ''آب آب'' کہتا رہا لیکن کوئی بھی اس کی بات سمجھ نہ سکا اور آخر اس نے جان دے دی۔ غالباً اس کے مرنے کے بعد گھر والوں کو پتہ چلا کہ وہ پانی مانگتا رہا تھا۔ تو آب آب ہو گئے ہوں

گے کہا تنی بات بھی ہماری سمجھ میں نہ آئی۔ خدا جانے ایسا حادثہ کیوں نہیں پیش آتا کہ کوئی واٹر واٹر کہتا ہوا مر جائے۔

کابل گئے بانیا اور اور سیکھی مغل کی بانی
آب آب کر مرگئے سرہانے دھرا رہا پانی
آبرو جگ میں رہے تو جان جاناں پشم ہے۔

کہاوت۔ ۲۷

آبرو جگ میں رہے تو جان جانا پشم ہے

مطلب: عزت کے مقابلے میں جان کی کوئی حقیقت نہیں۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک دن شاہ انجم الدین آبرو معروف بہ معروف بہ مبارک شاگرد سراج میں ایک ہندو بیوہ عورت قشقہ لگائے پان کھائے ستی ہونے کے لیے شمسان جا رہی تھی۔ آبرو نے اس عورت کو دیکھا تو بے ساختہ ان کی زبان سے یہ نکلا ''جو ستی پر چڑھے تو پان کھان رسم ہے، آبرو جگ میں رہ تو جان جانا پشم ہے'' حضرت مظہر جان جاناں نے یہ سن کر کہا '' آبرو کی آنکھ میں ایک گانٹھ ہے آبرو سب شاعروں کی جھانٹ ہے۔

جو ستی ست پر چڑھے تو پان کھانا رسم ہے
آبرو جت میں رہے تو جان جاناں پشم ہے۔
(آبرو)

کہاوت ۲۸

آ بے سونٹے تیری باری کان چھوڑ کنپٹی ماری

مطلب بار بار نا کامی کے بعد آخری کوشش کے وقت کہا جاتا ہے۔

کہانی:

مشہور ہے کہ ہندوستان کے ایک مشہور شیخ چلی جو بہت
ہی ظریف طبع تھے ماں کے حکم پر روزگار کی تلاش میں نکلے۔ ان
کی زادراہ میں چار روٹیاں بھی تھیں۔ راہ میں جب بھوک لگی تو
ایک درخت کے نیچے دسترخوان بچھا کر چاروں روٹیاں رکھیں۔
کہنے لگے ایک کو کھاؤں، دو کو کھاؤں، تین کو کھاؤں یا چاروں
ہی کو کھاؤں۔ اتفاق سے درخت پر چار پریاں رہتی تھیں وہ یہ سن
کر بہت پریشان ہوئیں۔ آخر ان میں سے ایک نے گھبرا کر کہا
سنو میاں تم ہمارے کھانے کے ارادے سے باز آؤ تو ہم اس
احسان کے بدلے تم کو ایک توا دیں گے تم جب اس سے روٹی
مانگو گے تو وہ فوراً تم کو روٹی دے گا۔ شیخ چلی یہ سن کر بہت خوش
ہوئے۔ چنانچہ پریوں نے اسے ایک توا دیا اور خبردار کیا کہ
اسے احتیاط سے رکھنا۔ شیخ چلی یہ توا لے کر خوش خوش ایک سرائے
میں پہنچے اور بھٹیاری کو اس توے کا وصف بتا کر کہا کہ توے سے
گرم گرم روٹیاں مانگ کر کھلاؤ اور خبردار میرا یہی توا مجھ کو واپس
دے دینا۔ بھٹیاری کو جب اس توے کا عملی تجربہ ہوا تو اس کی
نیت بدل گئی اس نے چلتے وقت شیخ چلی کو اصل توے کی بجائے
اس سے ملتا جلتا دوسرا توا دے دیا۔ اب شیخ چلی اپنے گھر آئے تو

نقلی تو اماں کے حوالے کرتے ہوئے توے کا کرشمہ بتایا۔ ماں نے اسی وقت اس کے سامنے اسے آزمایا تو بات غلط نکلی۔ شیخ چلی بہت پریشان اور برافروختہ ہو کر دوبارہ چار روٹیاں لے کر اسی درخت کے نیچے پہنچے۔ پریوں کو لتاڑا۔ خوف زدہ پریوں نے یہ سن کر اس مرتبہ شیخ چلی کو ایک کڑھائی دے کر کہا کہ یہ تم کو ہر قسم کا پکا پکایا پکوان دیا کرے گی۔ اس کڑھائی کا حشر بھی وہی ہوا جو توے کا ہوا تھا۔ تیسری مرتبہ پریوں کو شیخ چلی نے پہلی دنوں چیزوں کے متعلق بتایا اور پریوں کو بہت دھمکایا کہ وہ اسے دھوکا دے رہی ہیں۔ پریاں اصل بات کو تاڑ گئیں کہ یہ ساری چالاکی بھٹیاری کی ہے۔ لہٰذا پریوں نے اس مرتبہ ایک رسی اور ایک سونٹا دیا اور شیخ چلی سے کہا کہ بھٹیاری نے تم کو جل دیا ہے اب تم یہ دونوں چیزیں لے کر سرائے میں جاؤ۔ وہاں پہنچ کر رسی کو سرائے کے صحن میں پھینک دینا اور سونٹے سے کہنا'' آ بے سونٹے تیری باری'' اس طرح تمہاری دنوں چیزیں تم کو واپس مل جائیں گی۔ آن کی اان میں رسی نے تمام سرائے میں رہنے والوں کو جکڑ لیا اور سونٹے نے سب کو مارنا شروع کر دیا۔ جب بھٹیاری پٹنے لگی تو بہت چلائی۔ اس نے اپنی عافیت اسی میں دیکھی اور شیخ چلی کا جادو کا توا اور کڑھائی فوراً واپس کر دیئے۔ اب تو شیخ چلی بہت خوش خوش اپنے گھر آئے اور آرام سے رہنے لگے۔ اسی دن سے یہ فقرہ ضرب المثل بن گیا۔

کہاوت ۲۹

آپ خورادے آپ مرادے۔

مطلب: تنہا خور، کھل کھرا اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقل مند سمجھتا ہے اور کسی کی نصیحت پر عمل نہیں کرتا۔یعنی دیگر مفلس ہوتے ہوئے امیرانہ ٹھاٹھ بنا کر جی خوش کرے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک شہزادہ اپنے ہمراہ زادراہ لے کر سفر پر روانہ ہوا۔راہ میں جب وہ کسی منزل پر پہنچتا تو کہتا کوئی حاضر ہے پھر خود ہی جواب دیتا۔ صاحب عالم حاضر۔حکم ہوتا کہ پلنگ کسواور خاصہ تیار کرو۔پھر آپ ہی وہ جواب دیتا بہت خوب صاحب عالم دونوں چیزیں تیار ہیں۔اب کہتا صاحب عالم خاصہ نوش فرمائیں۔الغرض اسی طرح حکم جاری کرتا اور اس کا جواب دے کر خود ہی تعمیل کرتا۔اسی شہزادے کی شان میں کسی نے یہ مثل کہی تھی جو آج تک مشہور ہے۔

کہاوت ۳۰

آپ سے آئے تو آنے دے

مطلب: جو مال بغیر محنت وسعی ہاتھ آتا ہے لالچی شخص اسے نہیں چھوڑتا۔

کہانی:

کسی قاضی کے گھر میں ہمسایہ کی ایک مرغی آگئی۔ گھر والوں نے ذبح کر کے پکائی۔ جب قاضی جی آئے تو مرغی کا ماجرا سن کر کہا یہ تو حرام ہے۔ قاضی کی بیوی بولی تو کیا اب میری ساری لگی لگائی لاگت یونہی جائے گی۔ قاضی صاحب اپنا یہ نقصان دیکھ کر بولے اچھا ہمیں صرف شوربا دے دو۔ اس میں بوٹیاں نہ دینا۔ جب بیوی نے شوربا نکالا تو چند بوٹیاں بھی اس میں آنے لگیں۔ وہ ان کو علیحدہ کرنے لگی تو قاضی صاحب بولے۔ اوکمبخت آپ سے ائے تو آنے دو۔ بیوی بولی صاحب مرغی بھی تو آپ ہی آئی تھی۔ اس پر قاضی بولے پھر تو یہ جائز ہے۔

کہاوت ۳۱

آپ ڈوبے تو جگ ڈوبا

مطلب: جو مر گیا اس کے لئے قیامت آ گئی۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک شخص نے دریا میں ڈوبتے وقت مدد کے لئے پکارا کہ دوستو مجھے بچاؤ نہیں تو جگ ڈوبا۔ لوگوں نے اسے دریا سے نکال کر پوچھا کہ تیرے تنہا ڈوبے سے جہاں کیونکر ڈوبتا۔ جواب میں اس نے یہ مثل کہی۔ " میاں آپ ڈوبے تو جگ ڈوبا" تب سے یہ مثل مشہور ہے۔

کہاوت ۳۲

آپ کا نوکر ہوں بینگنوں کا نہیں۔

مطلب: خوشامد کرنے والا آقا کی خوشنودی کو یہ مدنظر رکھتا ہے۔

کہانی:

مشہور ہے کہ نواب صاحب اور ان کی خوشامدی مصاحب بیٹھے تھے۔ اتفاقاً بینگنوں کا ذکر چل پڑا۔ نواب صاحب کو بینگن پسند نہ تھے۔نواب صاحب کی ناپسندیدگی دیکھ کر خوشامدی مصاحب نے بینگنوں کی مذمت میں زمین و آسمان ایک کر دیا۔ کچھ مدت بعد پھر بینگنوں کا ذکر چلا تو نواب صاحب کی بینگنوں سے متعلق رائے بہتر ہوگئی تھی۔ اب کی بار اس خوشامدی مصاحب نے نواب صاحب کی رائے کا پاس کرتے ہوئے بینگنوں کی تعریف کے پل باندھ دیئے۔نواب صاحب نے پوچھا کہ اس روز تو آپ بینگنوں کی مذمت کرر ہے تھے۔آج اس قلب ماہیت کا کیا سبب ہے؟ اس پر مصاحب نے جواب دیا کہ حضور میں آپ کا نوکر ہوں بینگنوں کا نہیں مجھے تو آپ کی رائے کا لحاظ کرنا ہے۔

کہاوت ۳۳:

آپ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔

مطلب: آپ کی بدولت یہ سب کچھ ہے دوسروں کا مال اڑا کر اپنا نام کرنا۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک ظریف نے اپنے چند دوستوں کی دعوت کی۔ جب مہمان آ کر بیٹھ گئے تو ایک شخص نے جو پہلے سے اس کام پر مقرر تھا ان سب کی جوتیاں اکھٹی کر کے بازار لے گیا اور انہیں اونے پونے بیچ کر مہمانوں کے لئے کھانے کی چیزیں خرید کر گھر لایا۔ اب ظریف نے دستر خوان آراستہ کرایا تو مہمان کہنے لگے آپ نے بہت ہی تکلف سے کام لیا ہے۔ ظریف ہنس کر بولا۔ حضرت میں کس قابل ہوں یہ سب آپ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔

کہاوت ۳۴:

آپ روسن لڑ

مطلب: ہر وقت ہر کس و ناکس سے لڑنے پر آمادہ رہنا۔ خواہ مخواہ لڑائی جھگڑا کرنا۔

کہانی:

کہتے ہیں ایک سرائے کی بھٹیاریاں جب اپنے کام کاج سے فارغ ہوتیں تو تفریح اور وقت گزاری کے لئے ایک دوسرے کو چھیڑ کر لڑا کرتی تھیں۔ درمیان میں کام کا وقت آ جاتا تو لڑائی بند کرنے کی علامت کے طور پر آٹا گوندھنے کے کونڈے اوندھے کر کے رکھ دیتیں۔ کام سے فارغ ہو کر پھر لڑنے لگتیں۔ ایک کہتی۔ ''آپڑو سن لڑیں''۔

کہاوت ۳۵

آتا ہوتو ہاتھ سے جانے نہ دیجیے
جاتا ہوتو اس کا غم نہ کیجیے

مطلب: جو چیز ملتی ہے اس کا چھوڑنا نادانائی ہے، اور جو چیز ہاتھ سے نکل جائے، اس پر افسوس کرنا بے کار ہے، صبر کرے۔

کہانی:۔

کہتے ہیں کہ ایک پرندہ شکاری کے جال میں پھنس گیا، اور اس سے کہنے لگا۔ اے صیاد، تو مجھ جیسے ایک دمڑی کے پرندے کو پکڑ کر کیا کرے گا، اگر تو مجھ کو رہا کرنے کا وعدہ کرے، تو میں تجھے تین ایسی انمول باتیں بتاؤں گا، کہ تو عمر بھر بھر ان سے فائدہ اٹھائے گا۔ شکاری راضی ہو گیا۔ طائر بولا سن۔(اول) تجھے کوئی بتائے کریں وہی جو سمجھ میں آئے۔(دوم) قابو ہوتو کبھی غافل نہ ہو اور عاجز ہوتو کبھی ہمت نہ ہار (سوم) جو آتا ہوتو ہاتھ سے نہ جانے دیجیے، جاتا ہوتو اس کا غم نہ کیجیے۔

شکاری نے تینوں باتیں سن کر حسب وعدہ اس کو رہا کر دیا۔ طائر رہا ہوتے ہی ایک شاخ پر جا بیٹھا، اور چہک کر بولا میں نے عاجز ہونے کے باوجود ہمت نہ ہاری۔ اور رہائی پائی۔ تیری غفلت پر افسوس ہے کہ تو نے ایک بیش بہا مال کو اپنے ہاتھ سے کھو دیا۔ کیونکہ میرے پیٹ میں ایک انمول لعل ہے۔ شکاری یہ سن کر بہت پشیمان ہوا، اور چرب زبانی سے کام لے کر طائر کو

دوبارہ پھانسنا چاہا، طائر بولا اے نادان، الوتو نے میری نصیحت پر عمل نہ کیا۔سوچ تو سہی کہیں طائر بھی لعل نگلتے ہیں۔تو مجھ غرض مند کی باتوں میں کیوں آیا۔اس طرح تو نے میری دوسری نصیحت کو بھی فراموش کر دیا۔اب تو وقت نکل گیا اب لکیر پیٹنے سے کیا فائدہ؟اب تو اگر عاقل ہے تو میری تیسری نصیحت ہی پر عمل کر۔تاکہ تو فکر سے آزاد ہو۔

کہاوت ۳۶

آخ تھو کھٹے ہیں۔

مطلب: جب کوئی شے کسی کے ہاتھ نہیں لگتی تو وہ اس میں عیب نکال کر اپنے دل کو تسلی دے لیتا ہے۔

کہانی:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک لومڑی نے انگور کی بیل میں انگوروں کا ایک پکا ہوا خوشہ دیکھا تو اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اس نے خوشے کو توڑنے کی سرتوڑ کوشش کی۔ مگر خوشہ اس کے ہاتھ نہ لگا۔ آ کر تھک ہار کر بیٹھ گئی اور اپنی خفت مٹانے کے لئے یہ فقرہ کہا۔ ''آخ تھو کھٹے ہیں کون انہیں توڑنے کی کوشش کرے۔

دنیا کو حقیر کہہ رہے ہیں مجبور
دیتے ہیں بہت درس قناعت معذور
تھی شیخ کی دسترس سے باہر دنیا
کہتی ہے یہ لومڑی'' ہیں کھٹے انگور''

کہاوت ۳۷

آٹا دال الو بھی ہے۔

مطلب: اچھائیوں کے ساتھ کچھ برائیاں بھی ضرور ہوتی ہیں۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک سپاہی نے اپنے بیٹے کا قرض ادا کرنے کے لئے ایک ترکیب سوچی۔ اس نے ایک الو کو پکڑ کر اسے باز کی سی ٹوپی پہنا کر بقال کی دکان کی طرف جا نکلا۔ بنئے نے اسے دیکھ کر پوچھا۔ میاں جی یہ کون سا جانور ہے۔ سپاہی نے اسے باز کے اوصاف اور اس کی قدر و قیمت سے آگاہ کیا۔ بقال یہ سن کر لوٹ پوٹ ہو گیا۔ کہنے لگا کہ اسے ہمارے ہاتھ فروخت کر دو۔ بتاؤ کتنے کا دو گے۔ سپاہی نے باز کی جو اصل قیمت ہوتی ہے وہ طلب کی۔ آخر بنیا بھی ایک بنیا ہوتا ہے، قیمت سن کر چونکا۔ کہنے لگا اچھا میں اپنی گھر والی سے مشورہ کر لوں کل جواب دوں گا۔

دوسرے دن وہ بقال اپنے مقروض سپاہی کے گھر پہنچا اور اپنی رقم کا تقاضا کیا۔ سپاہی بولا باز فروخت ہو جائے تو پائی پائی ادا کر دوں گا۔ بقال بولا اچھا تو پھر یہ باز ہی دے دو۔ سپاہی بولا جو قیمت کل بتائی تھی وہ کل تک تھی آج باز کی قیمت بازار میں بڑھ گئی ہے۔ بقال بولا جو چاہو لے لو مگر باز مجھے دے دو۔ بقال باز لے کر گھر آیا تو اس کی جورو نے الو کو دیکھ کر اسے گالیاں دینی شروع کیں۔ اس پر بقال نے سپاہی کو تلاش کیا جب وہ نہ ملا تو اس نے الو کو بھی اپنی دکان پر رکھ لیا۔ اس خیال سے شاید اس

جیسا کوئی اور الو پھنسے تو بقال اپنے پیسے کھرے کرے۔ اب بقال کا یہ دستور ہو گیا کہ اس کی دکان پر جو بھی خریدار آتا اور پوچھتا کہ تم کیا فروخت کرتے ہو تو جواب میں بقال کہتا کہ آٹا دال ہے اور الو بھی ہے۔

کہاوت ۳۸

آدھے قاضی قدوا اور آدھے باوا آدم

مطلب: آدھے کے مالک قاضی اور آدھے کی اولاد آدم

کہانی:

کہتے ہیں کہ قاضی قدوہ نام کے ایک بزرگ دسویں صدی ہجری میں ضلع اودھ میں گزرے ہیں۔ وہ ایک مدت تک اولاد سے محروم رہے، پھر ایک خدا رسیدہ ولی کی دعا سے اولاد کی نعمت سے ایسے مالا مال ہوئے کہ ستر بیٹیوں کے باپ ہوئے۔ بادشاہ وقت نے بچے کے لئے ایک ایک گاؤں جاگیر میں دیا۔ ان کی اولاد آج تک صوبہ اودھ میں قدوائی خاندان کے نام سے موسوم ارمعز زو خوشحال ہے۔

کہاوت ۳۹

آرے سر پر چل گئی تو بھی مدار ہی مدار

مطلب

: پیر سے اعتقاد کے باعث آفت و مصیبت میں بھی اپنی بات پر اٹل رہنا۔ کہتے ہیں کہ آصف الدولہ شاہ اودھ کے عہد میں ایک بزرگ شیخ بدیع الدین مدار کے ایک مرید کو کسی جرم میں آرے سے چیرنے کی سزا ملی۔ جب ان کو آرے سے چیرا جارہا تھا ان کی زبان پر آخری وقت تک اپنے پیر مدار ہی کا نام تھا۔ تب سے یہ مثل ہوگی ہے کہ "آرے سر پر چل گئے تو بھی مدار ہی مدار"

۔

آلا دے نوالہ

مطلب: اس موقع پر بولتے ہیں کب کوئی کمینہ بلند مرتبہ پر پہنچ جائے مگر اس کی کمینگی برقرار رہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ نے ایک بھکارن سے شادی کر لی۔ انواع و اقسام کی نعمتیں میسر ہونے کے باوجود کھانا بہت کم کھاتی اور دبلی ہونے لگی۔ بادشاہ نے بہت علاج کرایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار ایک حکیم نے جو اس کی اصلیت سے واقف تھا۔ یہ تجویز پیش کی کہ ایک مکان جس میں جا بجا طاقچے ہوں۔ اس میں اس عورت کو چھوڑ دیا جائے اور ہر طاقچہ میں تھوڑا تھوڑا کھانا رکھ دیا جائے۔ چناچہ ایسا ہی کیا گیا۔ وہ بھکارن ہر طاقچہ کے پاس جاتی اور صدا لگاتی۔ آلا دے نوالہ اور اٹھا کر کھانا کھا

لیتی ۔اس طرح اس کو اپنی عادت کے موافق کھانا ملنے لگا تو چند
ہی روز میں اچھی ہوگئی ۔اس طرح یہ مثل مشہور ہوئی ۔

کہاوت ۴۱

آنکھوں کی سوئیاں نکالنی رہ گئی ہیں۔

مطلب: وہ کام جو شدید محنت و مشقت کے بعد تھوڑا سا باقی رہ گیا ہو۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک عورت نے نیم مردہ شخص راستے میں پڑا دیکھا جس کے تمام جسم میں سوئیاں چبھی ہوئی تھیں۔ وہ سمجھی کہ اس آفت زدہ پر کسی جادوگر نے اپنے جادو کے زور سے سوئیاں چبھو کر اس کو ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جسے خدا رکھے اسے کون چکھے۔ اس عورت نے ترس کھا کر اس کی سوئیاں نکالنی شروع کر دیں۔ وہ اس کے سارے جسم کی سوئیاں نکال چکی تھی اور صرف آنکھوں کی سوئیاں نکالنی باقی رہ گئی تھیں کہ اتنے میں ایک اور عورت کو اپنا کوئی کام یاد آ گیا۔ لہذا اس نے آنے والی عورت سے کہا کہ بوا تم ذرا کی ذرا یہاں ٹھہرو میں ابھی آئی۔ یہ کہہ کر وہ تو چلی گئی دوسر عورت خالی سے بیگار بھلی سمجھ کر اس مرد کی آنکھوں کی سوئیاں نکال دیں۔ سوئیوں کا نکلنا تھا کہ اس کا بن داموں غلام بن گیا۔ دکھ بھریں بی فاختہ اور کوے میوے کھائیں۔ میوہ کھانا اس دوسری عورت کی تقدیر میں تھا۔

جو بیٹھیں تو پلکیں بھی کوئی پل کی ہیں
رہی ہیں بس یہی آنکھوں کی سوئیاں باقی

کہاوت ۴۲

آنکھوں سے آگے ناک سوجھے کیا خاک

مطلب: طنزیہ مثل ہے۔ اس شخص کیلئے کہ چیز آنکھوں کے سامنے موجود ہے اور تلاش کرتا پھرتا ہے یعنی احمق ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک نکٹے نے اپنی ناک نہ ہونے کے عیب کو دور کرنے کے لیے یہ تدبیر سوچی کہ اس نے لوگوں میں یہ مشہور کیا کہ اس کو پریاں اور خدا دکھائی دیتا ہے۔ چونکہ اور لوگوں کی آنکھوں کے آگے ناک ہے اس لئے وہ خدا کو دیکھنے سے معذور ہیں۔ اس نے لوگوں کو ترغیب دی کہ وہ اپنی ناک کاٹ ڈالیں۔ لوگوں نے نکٹے کے مشورے پر عمل کیا لیکن ان کو کچھ نظر نہ آیا۔ سب نے اس سے شکایت کی نکٹا بولا کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا اب ہم سب کا نکٹا ہونا بجائے خود ایک فخر کی بات ہے کیونکہ کوئی شخص بھی اپنی ذلت گوارا نہیں کرتا۔ اسی لئے میں نے یہ تدبیر کی تھی کہ مجھ جیسے آدمیوں کی تعداد بڑھ جائے۔

ہے عیاں جوہ خدا کا ان بتان ہند میں
سوجھے کیا زاہد تجھے آنکھوں کے آگے ناک ہے۔

کہاوت ۴۳

آئے ڈلو کے دسیرے

مطلب: جو بیکار ادھر ادھر مارا مارا پھرے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ دلو نامی دہلی کے ایک جوہری نے اپنا تمام مال و متاع جمع کر کے لنکا کی راہ لی اور وہاں کے غوطہ خوروں سے موتی نکلوانے کا کام لینا شروع کیا۔ وقت کی بات ساری دولت ختم ہوگئی اور کوئی درِ مقصود ہاتھ نہ آیا۔ غوطہ خوروں نے ازراہ ہمدردی ایک غوطہ بلا قیمت اور لگایا اور دس سیر کا ایک پتھر اس کے حوالے کر دیا۔ دلو روتا پیٹتا اپنے ڈیرے پر آیا۔ حسن اتفاق سے وہاں کے راجہ کو ڈلو کی بدقسمتی کا حال معلوم ہوا تو اس نے رحم کھا کر اپنی رعایا کو حکم دیا کہ آئندہ اس شہر کا سارا گلہ وغیرہ اس پتھر سے تولا جائے، اور اس کی عوض پتھر کے مالک کو اس کا محصول دیا جائے تا کہ وہ اپنی بسر اوقات کر سکے۔ حکم حاکم رعایا نے ایسا ہی کیا۔ اس طرح دلو کا دس سیرا مشہور ہو گیا۔ اس کی شہرت دور دور کے ملکوں تک پہنچ گئی۔ ایک مدت بعد ایک پتھر کی قیمت اتنی طلب کی جس قدر وہ اب تک اس پر صرف کر چکا تھا۔ سوداگر نے اس کی منہ مانگی مراد دے کر وہ پتھر اس سے لے لیا۔ سوداگر نے اپنے تجربے کے مطابق جب اس پتھر کو توڑا تو اس کو بے شمار لعل ہاتھ آئے۔

کہاوت ۴۴

آیا بندہ آئی روزی گیا بندہ گیا روزی

مطلب: خدا نے ہر شخص کا رزق اس کے ساتھ اتارا ہے۔ رزاق مطلق صرف خدا تعالیٰ ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے اپنا خزانہ وسیع کرنے کے خیال سے ملازمان شاہی میں تخفیف شروع کر دی۔ اسی رات اس نے خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگ اس کے خزانے سے روپوں کو توڑے لئے جا رہے ہیں۔ بادشاہ نے ان سے پوچھا کہ یہ دولت تم لوگ کیوں اور کہاں لے جا رہے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ جہاں تیرے تخفیف شدہ ملازمین جائیں گے وہیں ان کا رزق بھی جائے گا۔ صبح اٹھتے ہی بادشاہ نے تخفیف کا حکم واپس لے لیا۔

کہاوت ۴۵

آیا کتا، کھا گیا تو بیٹھی ڈھول بجا

مطلب: غافل عورت کی نسبت ہے کہ وہ غافل اور بے خبر رہی اور چیز ضائع ہوگئی۔

کہانی:

نقل ہے کہ حضرت امیر خسرو ایک روز ایک کنوئیں کے پاس سے گزرے۔ دیکھا کہ چند عورتیں کنوئیں سے پانی نکال کر اپنے برتنوں میں بھر رہی ہیں۔ آپ نے ان سے پانی مانگا۔ اتفاق سے ان عورتوں میں سے ایک عورت آپ کو پہلے سے جانتی تھی اس نے باقی عورتوں کو اپنا ہم نوا بنا کر حضرت امیر خسرو سے کہا کہ آپ کوئی ایسی انملی کہہ کر سنائیے جس میں پانی، کھر، چرخا اور ڈھول سب کا ذکر آجائے۔ چنانچہ آپ نے ان کی فرمائش آیا کتا۔۔۔۔ الخ کہہ کر پوری کردی۔

کہاوت ۴۶

بادی تھی سو بیوی ہوئی اور بیوی تھی سو باندھی ہوئی

مطلب: خدمت سے عظمت حاصل ہوتی ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ کی سات بیٹیاں تھیں۔ بادشاہ ان سے اکثر یہ پوچھا کرتا تھا کہ بتاؤ تم کس کی قسمت کا کھاتی ہو۔ ان میں سے چھ لڑکیاں تو یہ کہا کرتیں کہ ہم آپ کی قسمت کا کھاتے ہیں۔ ساتویں جو سب سے چھوٹی تھی وہ کہتی کہ میں تو اپنی قسمت کا کھاتی ہوں۔ ایک دن بادشاہ اس بیٹی پر اتنا ناراض ہوا کہ اس کو بے سروسامانی کی حالت میں بے یارومددگار ایک جنگل میں بھجوادیا۔ یہ صابروشاکرلڑکی جنگل میں جلاوطن ہونے کے باوجود ذرا نہ گھبرائی۔ ایک دن وہ بےخیالی میں ایک لکڑی سے زمیں کرید رہی تھی۔ کریدتے کریدتے اس جگہ ایک اچھا خاصا بڑا گڑھا بن گیا۔ ناگاہ اس کو اس گڑھے میں ایک کھڑکی دکھائی دی۔ وہ اس کھڑکی کو کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ دیکھا کہ اندر ایک بہت بڑا اور خوبصورت مکان ہرطرح سے آراستہ اور سجا ہوا موجود ہے۔ وہاں ضروریات زندگی کی تمام چیزیں بھی موجود ہیں۔ اس نے خدا کا شکرادا کیا ہے کہ اس نے اس بےگھر کو گھر دیا۔ پھر وہ ایک کمرے میں داخل ہوئی دیکھا کہ ایک خوبرو جوان دوشالہ تانے بےہوش نیم مردہ حالت میں پڑا ہے اس کی تمام جسم میں سوئیاں چبھی ہوئی ہیں۔ اس نے اس پر ترس کھا کر اس

کی سوئیاں نکالنی شروع کر دیں۔ جب اس کے آدھے جسم کی سوئیاں نکل گئیں تو دروازے پر کسی کے آنے کی آہٹ ہوئی۔ ڈرتی سہمتی دروازے پر گئی دیکھا کہ ایک عورت پناہ کی طلب گار ہے۔ اس نے سوچا کہ ایک سو دو بھلے۔ پھر آنے والی عورت زاد ہے چنانچہ اس نے اس کو پناہ دے دی۔ جب وہ اندر آ گئی تو دونوں نے ایک دوسرے کو اپنی اپنی سرگزشت سے آگاہ کیا۔ باتوں کے دوران شہزادی سوئیاں بھی نکالتی رہی۔ جب صرف آنکھوں کی سوئیاں باقی رہ گئیں اور وہ تھک گئی تو شہزادی نے عورت سے کہا کہ میں ذرا غسل کر کے نماز پڑھ لوں۔ شہزادی تو یہ کہہ کر غسل خانے میں چلی گئی۔ ادھر عورت نے اس مرد کی جو سوئیاں باقی رہ گئیں تھیں وہ نکال ڈالیں۔ اصل میں یہ سوئیاں کسی نے دشمنی سے جادو کے ذریعے مرد کے بدن میں گھونپ دی تھیں۔ سوئیوں کا نکلنا تھا کہ وہ جوان ہنستا کھیلتا اٹھ بیٹھا اور اپنے پاس اس پناہ گزین عورت کو دیکھا تو اس کا شکریہ ادا کیا اور کچھ دن بعد آپس میں شادی کر لی۔ بچاری شہزادی کا ستارہ اس وقت گردش میں تھا۔ دل ہی دل میں خدا سے فریاد کرنے لگی کہ جو باندھی تھی سو بیوی ہوئی اور جو بیوی تھی سو باندی ہوئی۔ چند روز بعد جب یہ راز فاش ہوا اور اس مرد کو جو دراصل ایک سوداگر بچہ تھا یہ معلوم ہوا کہ اس کی سوئیاں نکالنے والی تو شہزادی ہے جو اس وقت باندی بن گئی ہے تو اس نے اس مکار عورت کو ہلاک کر کے شہزادی سے اپنا عقد کر لیا اور ہنسی خوشی رہنے لگے۔

کہاوت ۴۷

بپت پڑی جب بھینٹ مانی مکر گیا جب دینی آئی۔

مطلب: جب آدمی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو خدا یاد آتا ہے اور منت مانتا ہے اور جب مصیبت دور ہو جاتی ہے تو سب کچھ فراموش کر دیتا ہے۔

کہانی:

ایک آدمی کھجور کے درخت پر چڑھ گیا۔ کھجوریں کھا کر جب اترنے کا خیال آیا تو جان کا خوف لاحق ہوا۔ اسی عالم میں خدا سے منت مانی کہ اگر میں صحیح سلامت نیچے اتر گیا تو ایک اونٹ ذبح کروں گا۔ جب وہ آدھی دور بخیر و خوبی پہنچ گیا تو کہنے لگا کہ اونٹ نہیں تو ایک بھیڑ قربان کر دوں گا۔ پھر وہ اور نیچے آ گیا تو کہنے لگا کہ بھیڑ نہیں تو ایک مرغی ضرور حلال کروں گا اور جب بالکل نیچے آ گیا تو اپنے نیفے سے ایک جوں نکال کر پٹ سے مار دی۔ کہنے لگا جان کے بدلے جان قربان کرتا ہوں۔

کہاوت ۴۸

بچھو کی فطرت ڈنگ مارنا ہے۔

مطلب: ہر ذی روح اپنی فطرت سے مجبور ہے۔

کہانی:

ایک کچھوے اور بچھو میں بڑی دوستی تھی۔ اتفاق سے دونوں کو ایک ساتھ سفر درپیش ہوا۔ دونوں کو دریا عبور کرنا تھا۔ کچھوے نے کہا دوست تم میری پشت پر سوار ہو جاؤ چنانچہ کچھوے پر سوار ہو گیا اور حسب عادت نیش زنی کرنے لگا۔لیکن کچھوے کی لوہے جیسی پشت پر اس کے ڈنک کا کیا اثر ہوتا تاہم کچھوے نے پوچھا دوست یہ تم بار بار کھٹ کھٹ کیا کر رہے ہو۔ بچھو نے جواب دیا۔ یہ میری پرانی عادت اور فطرت ہے میں اس سے مجبور ہوں خواہ دشمن ہو یا دوست میری فطرت اپنا کام کرتی رہتی ہے۔

کہاوت ۴۹

بخشو بی بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا

مطلب: دغاباز سے حکمت وتدبیر سے اپنا پیچھا چھڑانا۔معاف کرو بے یارو مددگار ہی اچھا مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔

کہانی:

ایک بلی خاموش اور مسکین صورت بنی بیٹھی تھی۔اتفاق سے ایک چوہا اس کے پاس سے گزرا تو بلی اس پر جھپٹی لیکن چوہا بل میں گھس گیھا۔بلی کے ہاتھ صرف دم لگی۔اس پر بلی بولی کہ میاں چوہے میں تو تم سے کھیل رہی تھی باہر آؤ تو میں تمہاری دم چھوڑ دوں۔چوہا بلی کے مطلب کو تاڑ گیا۔ کہنے لگا۔بخشو بی بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا۔

کہاوت ۵۰

برات عاشقاں بر شاخ آہو

کہانی:

یہ مثل اس وقت بولی جاتی ہے جب قول وقرار میں ٹال مٹول ہو اور حصول مقصد ممکن ہو۔ ہرن چونکہ چنچل، بے چین اور مضطرب جانور ہے۔ یہ کبھی نچلا نہیں رہ سکتا۔ اسی وجہ سے اس کی نوکدار سینگوں پر کوئی چیز نہیں ٹک سکتی۔ عاشقوں کی برات بھی ایسی مراد ہے جو کبھی نہ آسکے۔ اس لئے اسے شاخ آہو پر ٹکنے والی چیز سے تسمیہ دی جاتی ہے۔

ایرانیوں نے اس مثل کے دوسرے معنی لکھے ہیں۔ فارسی میں برات ایسے حکم نامہ یا فرمان کو کہتے ہیں جس کے ذریعے خزانہ شاہی سے تنخواہ ملتی ہے۔ ''بر شاخ آہو'' فارسی محاورہ ہے جس کے معنی جھوٹا وعدہ کران کے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو تمسک خزانے کے عوض شاخ آہو پر ہو جائے گا اس کا سکڑ نا محال ہے اور نہ اس کی ادائیگی ممکن ہے۔

سوال بوسہ کو ٹالا جواب چین ابرو سے
برات عاشقاں بر شاخ آہو اس کو کہتے ہیں۔

کہاوت ۵۱

بڑے شہر اک بڑا چاند

مطلب: بڑے آدمیوں کی ہر بات بڑی سمجھی جاتی ہے۔

کہانی: کہتے ہیں کہ ایک شہری سرِ شام کسی گاؤں میں جا نکلا۔ نیا چاند اسی شام کو دکھائی دیتا ہے۔ اتفاق سے وہ شہری چاند دیکھتے دیکھتے کہنے لگا کہ بھئی تمہارے گاؤں کا چاند تو بہت ہی چھوٹا ہے۔ گاؤں والے کہنے لگے نہیں جی چاند تو ہر جگہ برابر ہی ہوتا ہے۔ شہری بولا کبھی ہمارے شہر میں آنا تو تم دیکھو گے کہ کتنا بڑا چاند ہوتا ہے۔ جس دیہاتی سے یہ باتیں ہو رہی تھیں اتفاق سے چند روز بعد وہ اس شہری کے شہر میں گیا۔ شہری نے اس کی خوب خاطر مدارت کی اور جب رات کو چاند نکلا تو شہری نے دیہاتی دوست کو چاند دکھا کر کہا کہ دیکھو میں نہ کہتا تھا کہ ہمارے شہر کا چاند بڑا ہوتا ہے۔ دیہاتی نے جواب دیا ہاں جی بڑے شہر کا چاند بڑا ہوتا ہے۔

کہاوت ۵۲

بدھیا مری تو بلا سے مگر آگرہ تو دیکھ لیا۔

مطلب: تھوڑی آسائش کے واسطے زیادہ نقصان اٹھانا۔ مختصر تفریح کے لئے زیادہ گھاٹے کی پروانہ کرنا۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک دھوبی سے کسی نے تاج محل آگرے کی بڑی تعریف کی۔ دھوبی نے یہ سن کر دل میں ٹھان لی کہ خواہ کچھ بھی ہو آگرہ ضرور دیکھیں گے۔ چنانچہ اس نے کافی مقدار میں نمک خریدا اور بیل پر لاد دیا کہ وہاں جا کر اس نمک کو بیچ دوں گا۔ مال کا مال بکے گا اور سیر کی سیر ہو گی۔ اسی بیل پر اس نے اپنا ضروری سامان بھی رکھ لیا اور خود بھی اس پر سوار ہو گیا۔ آگرے جلد سے جلد پہنچنے کے شوق میں دو دو منزلوں کی ایک ایک منزل کر کے وہاں پہنچ گیا۔ دھوبی کا بیل یوں تو بہت تگڑا ہوتا ہے مگر اس دن وہ کچھ بیمار تھا۔ ادھر گرمی ادھر بوجھ اور پھر لگاتار سفر۔ آگرے پہنچتے ہی گر کر دم دے دیا۔ دھوبی کو افسوس تو بہت ہوا مگر کہنے لگا کہ "بدھیا مری تو بلا سے مگر آگرہ تو دیکھ لیا"۔

کہاوت ۵۳

بلی کی میاؤں سے ڈر لگتا ہے۔

مطلب: ظالم کا خوف ہی جان لیوا ہوتا ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک بلی نے چوہوں کو بہت عاجز کر رکھا تھا۔ایک دن چوہوں نے جمع ہو کر بلی کو مارنے کی تجویز پر سب کی رائے لی۔کسی نے کہا میں یہ کروں گا کسی نے کہا میں وہ کروں گا۔طرح طرح کی تجاویز سامنے آئیں۔اس وقت ایک بڈھا خرانٹ چوہا بولا۔ارے تم سب دیوانے ہوئے ہو کہ ہم یہ کریں گے اور وہ کریں گے۔یہ تو بتاؤ کہ جس وقت وہ غرا کر کہے گی ''میاؤں'' تو تم سب کے دم خطا ہو جائیں گے۔یہ سنتے ہی تمام چوہے بلی کی میاؤں کے خیال ہی میں کانپنے لگے اور ڈر کر ادھر اُدھر منتشر ہو گئے۔

کہاوت ۵۴

بند کے جائے بند ہی میں نہیں رہتے۔

مطلب: یہ ضروری نہیں کہ جو غریب و مفلس ہوں وہ تمام عمر تہی دست اور نادار ہی رہیں گے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک حاملہ عورت کو کسی جرم میں قید ہو گئی۔ کچھ دنوں بعد قید خانے ہی میں اس کی ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ وہ بھی وہیں پرورش پاتا رہا۔ جب وہ کچھ بڑا ہوا تو ماں کا حال معلوم کر کے بہت رنجیدہ ہوا۔ ماں نے اسے دلاسا دے کر کہا کہ بند کے جائے بند ہی میں نہیں رہتے۔ حکومت کی طرف سے لڑکے کو تعلیم ملنے لگی۔ ادھر ماں کی قید کی معیاد ختم ہوئی تو وہ رہا ہو کر باہر آئی۔ بچہ پڑھ لکھ کر فارغ ہوا تو ایک بڑے عہدے پر ممتاز ہوا۔ اس طرح ماں اور بیٹے دنوں عزت اور خوشحالی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ تب یہ مثل مشہور ہو گئی کہ ''بند کے جائے بند ہی میں نہیں رہتے''۔

کہاوت ۵۵

بنج کریں گے بانئیے ،اور کریں ریس،
بنج کیا تھا جاٹ نے رہ گئے سو کے تیس

مطلب: ہر شخص کو اپنا پیشہ یا کام خود ہی کرنا چاہیے۔

کہانی:

ایک جاٹ اور ایک بنیا دونوں ایک ہی گاؤں میں رہتے تھے۔ جاٹ کھیتی باڑی کرتا تھا اور بنیا اپنے کاروبار کے علاوہ روپے کا لین دین بھی کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جاٹ نے سوچا کہ فصل اچھی ہو تو نفع ہو جاتا ہے ورنہ نقصان میں رہتا ہوں۔ لیکن بنیا روز بروز دولت مند ہوتا جاتا ہے کیوں نہ میں بھی کاشت کاری چھوڑ کر بنئے کی طرح سوداگری کروں۔ یہ سوچ کر اس نے بنئے سے مشورہ کیا۔ بنیا بولا کہ کیکر کا گوند آس پاس بہت پیدا ہوتا ہے۔ میں ایک آنے سیر خریدتا ہوں اور چار آنے سیر بیچتا ہوں۔ تم بھی یہی دھندا کرو۔ جاٹ نے یہی کیا مگر بڑی نادانی کے ساتھ۔ پہلے ہی دن سو روپے کو گوند خرید کر گھر میں بھر لیا۔ سوچا یہ تھا کہ تھوک میں بیچا کرے گا۔ ادھر بنئیے نے خود گوند خریدنا شروع کر دیا۔ البتہ جب کبھی ضرورت سے شہر جاتا تو تھوڑا سا گوند کسان سے خرید کر اونے پونے دام اس کے حوالے کر دیتا اور خود گران قیمت پر بازار میں جا کر بیچ آتا۔ بنئے کے اس ہتھکنڈے سے کسان بیچارا ناواقف تھا۔ چند دن بعد برسات شروع ہو گئی۔ گوند بالکل خراب ہو گیا۔ ادھر گوند کا بازار بھی مندا پڑ گیا۔ مجبوراً

جاٹ نے اپنا سارا گوند اس بنئے کے ہاتھ تیس روپے میں فروخت کر دیا۔ سچ ہے کہ بنج کریں گے ہانپتے اور کریں گے ریس۔

کہاوت ۵۶

بنئے کا بیٹا کچھ دیکھ کر ہر گرتا ہے۔

مطلب: عقل مند کا کوئی فعل فائدے سے خالی نہیں ہوتا۔ سیانا نفع کی امید پر نقصان اٹھاتا ہے۔

کہانی:

ایک بنئے کا بیٹا راستے میں چلتا چلتا گر پڑا۔ اس وقت اس کے سر پر تیل سے بھری ہوئی ہانڈی بھی چکنا چور ہو گیا اور تیل زمین پر بہنے لگا۔ کسی نے اس واقع کو خبر اس کے باپ کو پہنچائی۔ بات نے سن کر مسکراتے ہوئے کہا کہ بھائی اس نے راستے میں کوئی قیمتی شے پڑی ہوئی دیکھی ہوگی اور کچھ نہ کچھ دیکھ کر ہی گرا ہوگا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس جگہ سے اس کے بیٹے نے ایک اشرفی اٹھائی تھی۔

کہاوت ۵۷:

بھلے برے میں ایک بالشت کا فرق ہے۔

مطلب: بظاہر سب انسان یکساں ہیں مگر وہ اپنے عمل و کردار سے اچھا یا برا اور نیک و بد شمار کیا جاتا ہے۔ ''مردی و نامردی قدمے فاصلہ دارد''

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک ظریف شاعر بحالت تباہ ایک امیر کے گھر گیا اور بلا اندیشہ ناک ہو کر اس سے کہا کہ اے سگ بے باک تجھ میں اور سگ میں کیا فرق ہے۔ شاعر نے اپنے اور امیر کے درمیان اپنا بالشت رکھتے ہوئے کہا کہ اے امیر بے پیر مجھ اور کتے میں صرف ایک بالشت کا فرق ہے۔

کہاوت ۵۸

بنئے کا بہکایا اور جوگی کا پھٹکارا خراب ہوتا ہے۔

مطلب: بنئے کے فریب اور جوگی کی بد عا سے آدمی کبھی نہیں پنپتا۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک گنورا نے کہیں سے ایک اشرفی پائی۔ وہ اسے ایک بنئے کے پاس فروخت کرنے کے لیے لے گیا۔ بنئے نے اشرفی دیکھ کر گنور سے کہا کہ میں پانچ روپے دے سکتا ہوں۔ سادہ لوح گنوارا اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس کا مول زیادہ ہوگا جب ہی تو بنئے نے ایک دفعہ ہی پانچ روپے لگائے ہیں۔ لہٰذا اس نے انکار کر دیا۔ بنیا رفتہ رفتہ چھ روپے سے چودہ روپے تک آ گیا۔ گنوار اس پر بھی راضی نہ ہوا۔ بنئے نے سوچا کہ مال ہاتھ سے نکلا جاتا ہے چنانچہ اس نے فوراً فریب سے کام لیا۔ کہنے لگا کہ میاں میرے پاس اس وقت صرف چودہ روپے ہیں۔ بازار میں یہ تیس روپے کی بک جائے گی۔ خبردار اس سے کم نہ بیچنا۔ دراصل یہ قیمت بازار کے بھاؤ سے دو چند تھی۔ اب گنوار بیچارا اشرفی لئے سارے بازار میں ادھر اُدھر پھرتا رہا کسی نے بھی تیس روپے میں نہیں لی ناچار وہ گنوار پھر پھرا کر اسی بنئے کے پاس پہنچا اور چودہ روپے لے کر اشرفی اس کے حوالے کر دی۔

کہاوت ۵۹

بھوک کو بھوجن کیا، اور نیند کو بچھونا کیا۔

مطلب: شدت سے بھوک میں آدمی کو جو بھی مل جائے وہ نعمت ہے۔ اسی طرح نیند کا غلبہ ہو تو بستر کی پروانہیں ہوتی۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک راجا کسی دھوبن پر عاشق تھا اور روزانہ رات کو خفیہ طور پر اس کے پاس جاتا اور رنگ رلیاں مناتا۔ اس کے عیش و عشرت کا انداز بھی عجیب تھا وہ ستم ظریف بادشاہ اپنی رعایا میں سے ہر روز کسی ایک آدمی کو اپنا مہمان بنا کر اپنے محل میں سلاتا۔ جب وہ سو جاتا تو دھوبن کے پاس جاتا اور صبح ہونے سے پہلے واپس آجاتا۔ صبح کو مہمان سے پوچھتا کہ کہو رات کی بات۔ سونے والا اپنی لاعلمی کا اظہار کرتا۔ اس جواب پر وہ غریب قتل کر دیا جاتا۔ اس طرح سینکڑوں بے گناہ مارے جا چکے تھے۔ ایک دن ایک آدمی راجا کا مہمان ہوا۔ اسے اوروں کا جو حشر اب تک ہو چکا تھا معلوم تھا۔ لہٰذا یہ غریب جس طرح بن پڑا بظاہر سوتا رہا۔ اس رات معمول کے خلاف راجا بنظر احتیاط دھوبن کے پاس بڑے دیر میں پہنچا تو دھوبن نے راجا سے خلاف معمول دیر سے آنے کی وجہ دریافت کی۔ راجا نے کہا پہلے مجھے کھانا کھلاؤ مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے۔ دھوبن بولی میں تو یہ سمجھی کہ تم آج نہیں آؤ گے اس لئے میں نے کھا پی لیا۔ البتہ کچھ جھوٹا بھات اور ناند میں بیلوں کا پیا ہوا پانی پڑا ہے۔ اس سے اپنی

بھوک پیاس بجھالو۔ بھوک اور پیاس سے مجبور راجا نے ایسا ہی کیا۔ راجا نیند سے بھی بے چین تھا لیکن وہاں کوئی پلنگ نہ تھا۔ راجا کے پوچھنے پر دھوبن نے کہا آج میرے پڑوس میں شادی تھی پلنگ وہاں گیا ہوا ہے۔ وہاں برآمدے میں ایک ٹوٹی کھری چارپائی پڑی ہے اس پر سو جاؤ۔ راجا کو مجبوراً اسی پر سونا پڑا۔ صبح ہونے سے پہلے راجا محل میں پہنچ گیا۔ صبح ہوتے ہی راجا نے اپنے مہمان سے پوچھا کہو رات کی بات۔ مہمان ہوشیار اور باشعور تھا۔ رات کو وہ بھی خفیہ طور پر سب کچھ دیکھ آیا تھا۔ راجا کے سوال پر اس نے یہ مثل کہی ''بھوک کو بھوجن کیا، نیند کو بچھونا کیا''۔

کہاوت ٦٠

مطلب: بہانہ یا کنوی بے جا انکار کرنا۔

کہانی:

کہتے ہیں ایک استاد اور شاگرد کسی کمرے میں سو رہے تھے اور باہر بارش ہو رہی تھی۔ اتفاق سے استاد کی آنکھ کھلی تو اس نے شاگرد سے کہا کہ باہر جا کر دیکھو بارش تو نہیں ہو رہی۔ شاگرد تھا ایک کاہل وجود، اس نے لیٹے لیٹے جواب دیا کہ بارش ہو رہی ہے۔ استاد نے پوچھا کہ باہر گیا نہیں اور کہتا ہے کہ بارش ہو رہی ہے۔ شاگرد بولا ابھی باہر سے ایک بھیگی ہوئی بلی اندر آئی ہے۔ جب سے یہ مثل مشہور ہو گئی۔

کہاوت ۶۱

پانی پی کر ذات کیا پوچھنی

مطلب: کوئی کا ک بات ختم ہونے کے بعد اس کی تحقیق کرنا بے فائدہ ہے۔ کسی سے دوستی یا رشتہ قائم کرنے کے بعد اس میں عیب نکالنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

کہانی:

ایک برہمن کو راستے میں شدت کی پیاس لگی۔ اسی حالت میں وہ ایک کنوئیں پر پہنچا دیکھا کہ ایک آدمی پانی بھر رہا ہے۔ برہم نے اس سے مانگ کر پانی پیا۔ پانی پینے کے بعد برہم نے اس سے اس کی ذات پوچھی۔ وہ بولا میں کولی ہوں۔ برہمن بہت پشیمان ہوا کہ اب کیا ہوسکتا ہے۔

کہاوت ۶۲

پانچوں پنڈے چھٹے نرائن

مطلب: جہاں یہ تجربہ کار مشیر موجود ہوں اور خدا کی مدد بھی شامل حال ہو تو کامیابی یقینی ہے۔ پنڈے (پانڈے) یعنی پنڈت۔ نرائن کرشن جی مراد تقدیر الٰہی۔

کہانی:

اس کے متعلق تاریخی روایت یوں ہے کہ راجا بھرت (ہستنا پور) کا راجا تھا۔ اسی خاندان میں دو بھائی وسرت راشٹر اور پنڈ بھی تے۔ دھرت نابینا تھا اس لئے راجا نہ ہو سکا اس کی جگہ پنڈ راجا ہوا۔ پنڈ کے پانچ بیٹے تھے وج کورو کہلاتے تھے۔ ان میں سب سے بڑا بھائی جز جودھن تھا۔ جب پنڈ مر گیا تو دھرت نے پانڈوں سے یڈہشٹر کو ولی عہد بنایا۔ اس پر جر جودھن نے خودکشی کی دھمکی دی۔ لہٰذا دھرت نے آدھی سلطنت کوروں کو اور آدھی پانڈوں کو دے دی۔ اس پر بھی جر جودھن پانڈوں کے درپئے آزار رہ۔ پانچوں پانڈو مجبور ہو کر رجا دروپد کے راج دھانی میں پہنچے۔ وہاں اس کی بیٹی کا سوئمبر ہو رہا تھا۔ پانچوں بھائی وہاں کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے کہ ارجن نے آگے بڑھ کر تیر کمان سنبھالا تا کہ مقابلے میں اپنی قسمت آزمائے۔ برہمنوں نے ان پانچوں کو معمولی آدمی سمجھ کر للکارا کہ خبردار ایسی دلیری نہ کرنا۔ ارجن نے بھی فوراً کڑک دار جواب دیا کہ ہم پانچوں پنڈے اور چھٹے ہمارے نرائن ہیں۔ یعنی کرشن جی ہمارے مددگار ہیں۔ ارجن مقابلے میں کامیاب رہا اور دروپدی کی آدھی

سلطنت کے **ملک** ہو گئے ۔کوروں کو یہ بات اور بھی خار گزری۔
انہوں نے قمار بازی کا جال پھیلایا۔ چناچہ جر جودھن نے یڈ
ہشٹر کے ساتھ جوا کھیلا اور دغا بازی سے جوئے میں پوری
سلطنت ان سے چھین لی ۔ پانچوں پانڈوں کو مع دروپدی بارہ
برس تک بن باس جھیلنا پڑا۔ بعد معیاد بن باس کوروں نے
سلطنت دینے سے انکار کیا بالآخر تھانسیر کے میدان میں لڑائی
ہوئی جس میں پانڈوں کو فتح اور کوروں کو شکست فاش ہوئی ۔

کہاوت ۶۳

تیس مار خان بننا

مطلب: بہار نہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو جواں مرد مشہور کرنا۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک بزدل اور نکھٹو سپاہی کو اس کی بیوی نے کہہ سن کر تلاش روزگار کے لئے باہر بھیجا اور بطور توشہ راہ تیس لڈو اس کے ہمراہ کر دیئے۔ اتفاق سے جس ہاون دستے میں تل کوٹ کر لڈو بنائے تھے س میں کوئی چھپکلی مری پڑی تھی۔ وہ بھی ان تلوں کے ساتھ کٹ کر مل گئی۔ سپاہی یہ لڈو لے کر اپنے سفر پر روانہ ہوا۔ چلتے چلتے جب اس کو بھوک لگی تو ایک کنوئیں کے پاس جو گھنے جنگل میں تھا بیٹھ کر ستانے لگا۔ ہاتھ منہ دھو کر اپنے لڈوؤں کا برتن کھولنے ہی والا تھا کہ تیس چوروں کا ایک گروہ آن دھمکا۔ چوروں نے سپاہی کا جامہ تلاشی لی ت کچھ نہ نکلا البتہ برتن میں تیس لڈو ملے۔ سپاہی نے ہر چند چوروں کی خوشامد کی کہ یہ میرا توشہ راہ ہے اسے نہ لولیکن چور نہ مانے۔ آپس میں ایک لڈو بانٹ کر آن کی آن میں کھا پی گئے۔ سپاہی ان کا منہ تکتا رہا۔ آخر کچھ دیر بعد یہ بھی روتا پیٹتا اٹھا اور اپنی راہ لی۔ تھوڑی ہی دور گیا ہوگا کہ اس نے دیکھا کہ وہ تیس چور ایک درخت کے نیچے لمبے لمبے پڑے ہیں ان میں سے کچھ سسک رہے تھے۔ کچھ بے ہوش تھے اور کچھ مر چکے تھے۔ سپاہی حیران و پریشان ہوا کہ ان سب کو اچانک کیا ہو گیا ہے۔ یہ سب بے سان گمان کیسے مر گئے۔ پھر

سوچا جوہونا تھاوہ ہو چکا۔لاؤاب سب کی ناک اور کان کاٹ کر جمع کرلو۔داشتہ آید بکار۔چنانچہ اس نے سب کی ناک اور کان کاٹ کر ایک رومال میں باندھ لئے۔ دوسرے دن ایک قریبی شہر میں پہنچا وہاں کا دستور تھا کہ ہر نیا مسافر حاکم کے روبرو پیش کیا جاتا تھا۔سپاہی کو بھی پیش کیا گیا اور سفر کی سرگزشت سفر کی پوچھی گئی۔سپاہی بولا کہ میں اپنے باپ دادا سے جواں مردی ورثے میں پائی ہے۔شہر کیت حاکم نے کہا اس بات کا ثبوت کیا ہے؟ سپاہی نے ان تمیں چوروں کے کان اور ناک حاکم کے روبرو پیش کئے۔اتفاق کی بات کہ حاکم شہر ان تمیں چوروں کی قتل و غارت گری سے بہت پریشان ہو چکا تھا۔اب جوان کی موت کا حال سنا اور ثبوت پایا تو خوش ہو کر سپاہی کو انعام و اکرام سے نوازا۔انعام اکرام پا کر جب وہ باہر نکلا تو لوگ کہنے لگے ہاں بھائی یہی وہ تمیں مار خان ہے۔

کہاوت ٦٥

تلوار کے نیچے دم تو لینے دو

مطلب: قتل ہونے سے قبل جتنا بھی وقت ملے وہ غنیمت ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ زمانہ سابق میں ایک آدمی کو یہ سزا دی گئی کہ اس کی بغل میں ایک سنان چبھو کر اس کی گردن میں سے نکالی گئی۔ جب وہ تڑپ رہا تھا تو اس کی تکلیف دیکھ کر بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے فی الفور تلوار سے مار کر ختم کر دو۔ اس وقت اس نیم جاں نے کہا مجھے تلوار کے نیچے کچھ دم لینے دو تا کہ جتنے سانس باقی ہیں دنیا کی ہوا کھالوں۔ میری گردن کیوں اُڑاتے ہوں۔ چند منٹ میں خود ہی مر جاؤں گا۔

کہاوت ٦٦

تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو۔

مطلب:

کہتے ہیں کہ ایک شہزادے کے چار دوست تھے۔ان میں سے ایک سپاہی، دوسرا مولوی، تیسرا ساربان اور چوتھا تیلی تھا۔ جب شہزادہ بادشاہ ہوا تو ان چاروں کو اس نے اپنا وزیراعظم مقرر کیا۔ کچھ مدت بعد ایک دوسرے بادشاہ نے اس کے ملک پر چڑھائی کی۔بادشاہ نے ان چاروں کوبلا کرمشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔سپاہی نے کہا مقابلہ کیا جائے۔مولوی نے منع کیا کہ ناحق بندگان خدا خون ہو گا۔ ساربان بولا اتنا نہ گھبرایئے دیکھنا چاہیے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔آخر میں تیلی بولا کہ ساربان سچ کہتا ہے ابھی تو آپ تیل دیکھئے تیل کی دھار پھر جو کچھ کرنا ہوگا وہ کیا جائے گا۔

کہاوت ٦٧

تین بلائے تیرہ آئے دیکھویاں کی ریت
باہر والے کھانا کھائیں اور گھر والے گاوین گیت

مطلب: بے جا رسوم اور تکلف تکلیف کا موجب ہوتا ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنے تین دوستوں کی دعوت کی۔وہ تین دوست اپنے ہمراہ دس آدمی اور لے آئے۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گھر والوں کے حصے،کا کھانا بھی وہی لوگ کھا گئے اور میز بان اور تمام گھر والوں کو بھوکا رہنا پڑا۔اس پر میز بان کا لڑکا بولا کہ تین بلائے تیرہ آئے دیکھوں یاں کی ریت، باہر والے کھانا کھا گئے اور گھر کے گاویں گیت۔

کہاوت ۶۸

تین میں نہ تیرہ میں ستلی کی گرہ میں

مطلب: مجہول انسان جو بے وقعت ہو۔ اس کے متعلق یہ کہاوت کہی جاتی ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک بازاری عورت نے اپنے چاہنے والوں کو تین درجوں میں تقسیم کرر کھا تھا۔ اول درجے کے لوگ تین گرہ میں شامل تھے۔ دوسرے درجے کے لوگ تیرہ گرہوں میں داخل تھے اور تیسرے درجے والے جو سب سے گھٹیا قسم کے لوگ تھے وہ سیر بھر ستلی کی گرہ میں تھے۔ جب کوئی نیا آدمی آتا تو وہ ستلی میں گرہ لگا دیتی گویا اس دن سے وہ بھی اس کے چاہنے والوں میں سے ہو گیا۔ ایک دن چند آدمی آئے۔ وہ ان کو دیکھ کر نہایت نفرت وحقارت سے بولی کہ تین میں نہ تیرہ میں ستلی کی گرہ میں۔

کہاوت ۶۹

تو کو نہ بھناؤں تیرا بھیا اور ملاؤں۔

مطلب: بخیل ایک پیسہ بھی خرچ کرنا نہیں چاہتا اس کی خواہش تو یہ ہوتی ہے کہ مسلسل روپیہ جمع کرتا رہے۔ بھیا سے مراد روپیہ ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک کنجوس روپیہ بھنانے کے لئے بازار گیا لیکن بازار میں جا کر نیت بدل گئی۔ وہ روپیہ مٹھی میں دبائے یونہی دکان در دکان پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ بند ہتھیلی پسینے سے تر ہو گئی۔ کنجوس دل میں کہنے لگا ہو نہ ہو میرا روپیہ میری جدائی کے اندیشے سے رو رہا ہے۔ یہ سوچ کر اپنے روپے سے مخاطر ہوا۔ تم کو نہ بھناؤں تیرا بھیا اور ملاؤں۔

کہاوت ۷۰

ٹپکے کا ڈر ہونا

مطلب: آفت نا گہانی کا خوف بھی بہت برا ہوتا ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک مفلس سپاہی کو جو اپنے ٹٹو پر سوار تھا۔ راستے میں بارش نے آدبایا۔ رات کا وقت تھا۔ ایک جھونپڑی میں روشنی دیکھ کر وہ اس کیطرف لپکا۔ اس میں ایک بڑھیا مقیم تھی۔ سپاہی نے اس سے کہا کہ اجازت ہوتو رات بسیرا کرلوں۔ بڑھیا نے کہا شوق سے رہ جاؤ۔ سپاہی نے پوچھا میرے ساتھ ٹٹو بھی ہے۔ یہاں شیر وغیرہ کا تو ڈر نہیں۔ بڑھیا بولی شیر کا تو کوئی خوف نہیں لیکن میں ت ٹپکے سے ڈر رہی ہوں۔ قریب ہی ایک جھاڑی میں ایک شیر بھی بارش کی وجہ سے دبکا ہوا کھڑا یہ باتیں سن کر چونکا۔ اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ ٹپکا کون بلا ہے جس کی بڑھیا کو مجھ سے زیادہ خوف ہے۔ اسی اثنا میں سپاہی کا ٹٹو شیر کی بو پا کر بدک کر بھاگا۔ سپاہی بھی اپنا سونٹا لے کر اس کے پیچھے دوڑا۔ ٹٹو تو نہ جانے کہاں نکل گیا سپاہی کے ہاتھ وہ شیر آ گیا۔ سپاہی نے شیر کا کان پکڑ کر اسے خوب مارا اور جھونپڑی کے پاس ایک درخت سے سہارے گردن میں رسی ڈال کر باندھ دیا۔ پچھلی رات جب بارش تھم گئی تو اسی اندھیرے میں سپاہی شیر کو گھسیٹتا ہوا ایک سرائے میں جا اترا اور وہاں شیر کو گھوڑے کے ایک کھونٹے سے باندھ دیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے شیر بندھا

ہوا پایا۔ بھٹیاری نے بتایا کہ یہ ساری کرامت سپاہی کی ہے۔ شدہ شدہ حاکم شہر کو بھی خبر ہوئی۔ حاکم نے سپاہی کی اس بہادری کے صلے میں اس کو انعام دیا۔

کہاوت ۱۷

ٹکے کے نون کو جاؤں لاؤ میری پالکی۔

مطلب: شیخی خورے یا نو دلوتیے کی نسبت بولتے ہیں کہ جب اسے دولت یا کوئی قیمتی شے مل جاتی ہے تو وہ اس کے استعمال میں اوچھے پن کا اظہار کرتا ہے۔

کہانی:

مالک نے ایک کہار سے کہا کہ بازار جا کر نمک لے آؤ۔ تمام کہاروں نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم تو پالکی اٹھانے کے نوکر ہیں سودا سلف نہیں لا سکتے۔ وہ شخص سن کر کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔ چندے بعد وہ پالکی میں سوار ہو کر بازار گیا اور دکان در دکان نمک دیکھتا اور بھاؤ تاؤ کرتا رہا۔ بالآخر بہت دیر کے بعد وہ ایک دکان سے ایک ٹکے کا نمک خرید کر مکان پر واپس آ گیا۔ کہاروں نے یہ دیکھ کر اپنی غلطی پر کان پکڑے۔

کہاوت ۲۷

ٹکے کی نہاری میں ٹاٹ کا ٹکڑا

مطلب: سستی چیز میں کچھ نہ کچھ عیب ضرور ہوتا ہے اور بیش قیمت شے میں کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہوتی ہے۔ گراں بہ حکمت ارزاں بہ علت۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک شخص نے دو آنے کی نہاری منگوائی۔ اتفاق سے اس میں ایک زربفت کا ٹکڑا نکل آیا۔ اس نے یہ بات اپنے ایک دوست کو بتائی۔ یہ سن کر اس کو لالچ آیا اس نے بھی اپنے نوکر کو بھیج کر نہاری منگوائی تو اس میں ٹاٹ کا ٹکڑا نکلا۔ وہ نوکر سے بولا ہمارے دوست کی نہاری میں زربفت کا ٹکڑا اور ہماری نہاری میں ٹاٹ کا ٹکرا۔ ملازم نے جواب دیا کہ ٹکے کی نہاری میں ٹاٹ کا ٹکڑا ہی نکلے گا۔

کہاوت ۳۷

ٹیڑھی کھیر ہونا۔

مطلب: کسی مشکل اور دشوار کام کو ٹیڑھی کھیر سے تشبیہ دیتے ہیں۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک نابینا سے کسی طالب علم نے پوچھا کہ حافظ جی کھیر کھانے چلو گے۔ حافظ جی نے اس سے پہلے کبھی کھیر نہیں کھائی تھی۔ اس نے پوچھ لیا بھائی کھیر تو میں کھانے چلا جاؤں گا مگر مجھے پہلے یہ بتاؤ کہ کھیر کیسی ہوتی ہے؟ طالب علم نے جواب دیا۔ حافظ جی کھیر سفید ہوتی ہے۔ حافظ جی کو کیا معلوم سفید کیسا ہوتا ہے؟ اس نے پھر پوچھا کہ بھائی سفید کیسا ہوتا ہے؟ طالب علم نے بتایا کہ بگلے کی طرح ہوتا ہے۔ اندھے نے پھر پوچھا بھئی مجھے کیا معلوم کہ بگلا کیسا ہوتا ہے؟ ذرا مجھے بتاؤ تو سہی۔ طالب علم نے اپنے ہاتھ کو ٹیڑھا کر کے بتایا کہ حافظ صاحب بگلا ایسا ہوتا ہے۔ حافظ جی نے جب طالب علم کا ہاتھ ٹٹولا تو کہا بھائی صاحب مجھے معاف کر ان یہ تو بہت ٹیڑھی کھیر ہے۔ ہم اسے نہیں کھا سکتے۔ داغ دہلوی نے کیا خوب کہا ہے۔

یہ سچ ہے راہ محبت بڑی ہے ٹیڑھی کھیر
نہ آئے خضر کبھی اس خراب رستے میں

کہاوت ۴۷

جاگتے کی کٹیا سوتے کا کٹڑا

مطلب: ہوشیار فائدہ اٹھاتا ہے اور غافل نقصان میں رہتا ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ دو دوستوں کی بھینسوں نے ایک ہی رات دو بچوں کو جنم دیا۔ اتفاق سے اس وقت ایک دوست سو رہا تھا اور ایک جاگ رہا تھا۔ جاگنے والے نے چالاکی سے اپنی بھینس کے نر بچے کو اپنے دوست کی بھینس کی مادہ بچے سے بدل لیا۔ صبح جب سونے والا بیدار ہوا تو اس نے پوچھا کیا ہوا۔ دوسرے نے جواب دیا تمہاری بھینس نے کٹڑا دیا اور میری بھینس نے کٹیا۔ پہلے نے سن کر جواب دیا۔ ٹھیک ہے بھیا جاگتے کی کٹیا سوتے کا کٹڑا۔

کہاوت ۷۵

جاہل فقیر شیطان کا ٹٹو

مطلب: جاہل فقیر علم و عمل سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے شیطان صفت ہوتا ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک عابد فقیر علم سے بے بہرہ تھا۔ شیطان جو انسان کا کھلا دشمن ہے وہ اس کی تخریب کے درپے تھا۔ چنانچہ ایک دن وہ شیطان آدھی رات کے وقت ایک گدھے پر سوار فقیر کے پاس گیا اور کہا میں جبرئیل ہوں خدا نے یہ سواری تمہارے واسطے بھیجی ہے۔ جاہل فقیر یہ مژدہ سن کر بہت خوش ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ خدا نے میری عبادت اور ریاضت کے سلسلے میں مجھ پر کرم کیا ہے۔ شیطان نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھتے ہوئے کہا کہ یہ جانور بہت ہی تیز رفتار ہے۔ تم کو آسمان پر جاتے ہوئے ڈر معلوم ہوگا اس لئے تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ رہا ہوں۔ پٹی باندھ کر شیطان گدھے کو نہاتے تیزی سے دوڑاتا ہوا دور جنگل میں ایک کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پہنچا اور وہاں اس جاہل فقیر کو چھوڑ دیا اور بولا کہ اب تم نویں آسمان کے قریب آ گئے ہو میرا مقام یہیں تک تھا اب آگے تم خود جاؤ گے۔ یہ کہہ کر اس کی آنکھوں سے پٹی کھول دی اور غائب ہوگیا۔

کہاوت ۷٦

جتنی چادر دیکھو اتنے پاؤں پھیلاؤ

مطلب: جتنی چادر دیکھو اتنے پاؤں پھیلاؤ یعنی فضول خرچی کی بجائے میانہ روی اختیار کرو۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اکبر بادشاہ نے موسم سرما میں بیربل کو حکم دیا کہ غرباء کو لحاف دینے ہیں۔ بتاؤ وہ کتنے لمبے ہونے چاہیں۔ بیربل نے کہا کہ دو گز ہی۔ جب لحاف تیار ہو گئے اور شاہی ملاحظے میں آئے تو بادشادہ نے ایک لحاف خود اوڑھ کر دیکھا تو پاؤں باہر نکل رہے تھے۔ یہ دیکھ کر بیربل نے اچانک چیخ ماری۔ بادشاہ نے ڈر کر اپنے پاؤں لحاف کے اندر سکیڑ لیے۔ اس وقت بیربل بولا، جتنا اوڑھنا دیکھیے اتنے پاؤں پھیلائے۔

تنگ ہے دل وسعت دامان محشر دیکھ کر
اے جنوں ہم پاؤں پھیلاتے ہیں چادر دیکھ کر

کہاوت ۷۷

جس کا کام اسی کو ساجے

کہانی

:گرمی کا موسم تھا، دھوپ شدت کی تھی۔ ہر طرف آسمان سے آگ برس رہی تھی۔ ایک بڑے جنگل کے کنارے ایک بڑ کا درخت شاخوں اور پتوں کی چھتری تانے کھڑا تھا۔ اس کی گھنی چھاؤں میں ایک بڑھئی لکڑی کے بڑے بڑے لٹھ چیرنے میں مصرف تھا۔ وہ اپنے کام میں اس قدر مشغول تھا کہ اس نے کبھی بڑ کی چھاؤں کے سوا کسی طرف خیال نہیں کیا تھا۔

بڑ کے اوپر ایک بندر بھی رہا کرتا تھا اور بڑی توجہ سے بڑھئی کو لکڑی چیرتے دیکھا کرتا تھا۔ اسے بڑھئی کا کام اتنا پسند آیا کہ وہ چاہتا تھا کہ بڑھئی چلا جائے اور وہ لکڑی چیرنے کے لئے لٹھ پر بیٹھ جائے اور بڑھئی بن کر لکڑی چیرے۔

بڑھئی اکثر لکڑی چیرتے وقت لکڑی کی درز میں ایک پچر ٹھونک لیا کرتا تھا۔ بندر نے یہ سارا کھیل دیکھا اور موقع کی تلاش میں رہنے لگا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ بڑھئی کسی حاجت کے لئے لٹھ سے اٹھا۔ آری اور پچر دونوں اپنی اپنی جگہ چھوڑے اور خود چلا گیا۔

بندر نے دیکھا، موقع پایا۔ درخت سے اترا، لٹھ پر آ بیٹھا اور ادھر ادھر دیکھ جھانک کر لکڑی کی درز کے پچر کے ساتھ کھیلنے لگا۔ زور لگاتا اور اس کو ہلاتا رہا۔ ہلتے ہلتے آخر پچر درز سے نکل

آئی اور درز بند ہو گئی ۔ اس کے ساتھ ہی بندر کا ہاتھ درز میں آ کر پھنس گیا ۔ بہتیرا چیخا چلایا، تڑپا مگر ایسا پھنسا کہ نکل نہ سکا۔ آخر بیہوش ہو کر گر پڑا۔

بڑھئی نے بندر کی چیخیں سنیں تو بھاگا ہوا آیا۔ بندر کو بے حس و حرکت پڑے پایا۔ جلدی سے پچر اٹھائی اور لکڑی کی درز میں ٹھونک دیا۔ درز کھلی تو بندر پھر بھی نہ ملا۔ بڑھی نے دیکھا تو وہ مر چکا تھا۔ اسے درز کی قید سے نکال کر الگ پھینکا اور غصے سے کہنے لگا جس کا کام اسی کو ساجے۔
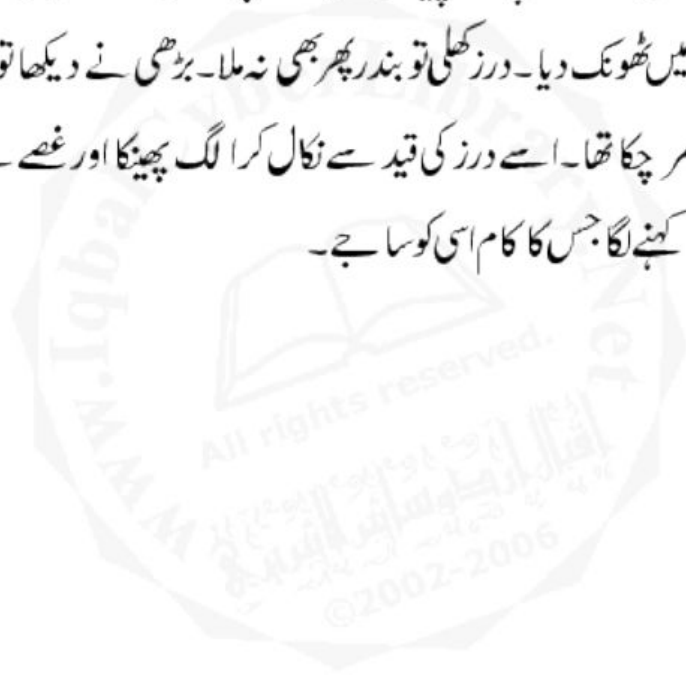
کہاوت: ۷۸

مطلب: اچھا سلوک کرنے والے کے ساتھ سب لوگ تعاون کرتے ہیں۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ سلطان احمد اپنی فوج کو باقاعدگی سے تنخواہ دیتا تھا اور فوج کے سرداروں کو دونوں وقت اپنے دسترخوان پر اپنے ساتھ کھانا کھلاتا تھا۔ لیکن سلطان محمود کا طرز عمل اس کے برعکس تھا۔ ایک دن دونوں میں تنازعہ ہوا ارنوبت جنگ وجدال تک پہنچی۔ انجام کار سلطان احمد کی فتح ہوئی اور محمود کو شکست۔ لوگوں نے آپس میں پوچھا کہ شکست کیوں ہوئی۔ ایک دانش مند نے کہا جس کے ہاتھ میں ڈوئی اس کا سب کوئی۔

کہاوت ۷۹

جس کے پیشے میں بان وہ بڑا شیطان

مطلب: جس پیشہ ور کے نام کے ساتھ ''بان'' کا لفظ شامل ہو اسے مذاقاً شیطان سمجھا جاتا ہے۔

کہانی:

ایک روز کسی نواب نے اپنے دوستوں سے مخاطب ہو کر کہا جس شخص کے پیشے میں لفظ بان ہو وہ بڑا شیطان ہوتا ہے۔ یہ سن کر ایک گستاخ بولا ہاں مہربان آپ کا ارشاد بالکل بجا اور درست ہے۔

کہاوت ۸۰

جس نے بھونکنا سکھایا اس کو کاٹنے دوڑے

مطلب: جو کوئی دوسرے کو گر بتائے اور دوسرا شخص وہی گر اپنے بتانے والے پر آزمائے۔

کہانی: ایک مقروض نے ایک شخص سے اپنے قرض خواہ سے نجات پانے کی ترکیب دریافت کی۔ وہ بولا کہ جب قرض خواہ اپنا قرض طلب کرے تو تم پاگل بن کر اس سے کہنا ''ناچو ناچو خوب ناچو'' وہ تمہیں سچ مچ کا دیوانہ سمجھ کر خاموش ہو جائے گا اور اپنی رقم کا مطالبہ ترک کر دے گا۔ یہ کہہ کر اس نے کہا میرا ابھی تو تم پر کچھ قرض ہے وہ تو ادا کر دو۔ مقروض بتائی ہوئی ترکیب کے مطابق فوراً پاگل بن کر کہنے لگا ''ناچو ناچو خوب ناچو'' اس پر وہ شخص اپنے بتائے ہوئے مشورے پر بہت ہی پچھتایا اور یہ مثل کہی۔

کہاوت ۸۱

جلاہے کی عقل گدی پیچھے ہوتی ہے۔

مطلب: کم عقل فطرتاً کام کا تجزیہ نہیں رکھتا اور جم کر ایک جگہ کام نہیں کرتا۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک جلاہے کا بچہ روٹی اک ٹکڑا لئے بیٹھا تھا کہ ایک کوا اس سے ٹکڑا چھین کر دیوار پر جا بیٹھا۔ جلاہا یہ دیکھ کر اٹھا۔ اس نے پہلے اس سیڑھی کو نیچے گرایا جو دیوار کے سہارے کھڑی تھی تا کہ کوا سیڑھی سے اتر کو دوبارہ اس کے بچے سے روٹی کا باقی ماندہ ٹکڑا چھین کر نہ لے جائے۔ بے وقوف اتنا نہ سمجھا کہ کوے کو سیڑھی کی کیا حاجت ہے۔

کہاوت ۸۲

جو ایشور کرپا کریں تو کھڑی ہلاوے کان ارہر کے کھیت میں

مطلب: جب بخت یاور ہوتا ہے تو بگڑی بن جاتی ہے۔

کہانی:

کہا جاتا ہے کہ راجا بلب گڈھ کے ایک بزرگ ایک گاؤں کے چودھری تھے۔ ان کے دوستوں کی محفل میں اکثر دولت کا ذکر ہوتا تو یہ مثل کہا کرتے تھے۔ جب انگریز دہلی میں داخل ہوا تو مرہٹوں کا مقرر کردہ فرانسیسی ایجنٹ مسٹر پروا شرفیوں کے کئی خچر لے کر بلب گڈھ کی طرف بھاگا۔ اتفاق سے ایک خچر ارہر کے کھیت میں کھڑا رہ گیا۔ یہ کھیت بلب گڈھ کے راجا کے بزرگوں کا تھا۔ صبح کو جب کھیت کا مالک کھیت میں آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک خچر اشرفیوں سے لدا کھیت میں کھڑا کان ہلا رہا ہے۔ تب سے یہ مثل مشہور ہوگئی۔

کہاوت ۸۳

جو سحری کھائے وہ روزے بھی رکھے

مطلب: جو فائدہ اٹھائے وہی محنت اور تکلیف بھی برداشت کرے۔

کہانی:

کسی شرابی نے ایک کتیا پال رکھی تھی۔ایک دفعہ رمضان
کے دنوں میں اس نے سحرہ کے واسطے کچھ دودھ اور جلیبیاں رکھی
تھی۔جنہیں موقعہ پا کر کتیا کھا گئی۔صبح شرابی نے اٹھ کر اسے
باندھ دیا اور شام تک اسے فاقے سے رکھا۔کتیا نے بھونکنا شروع
کر دیا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا میاں
جو سحری کھائے وہی روزے بھی رکھے۔تب سے یہ مثال مشہور
ہو گئی ہے۔

کہاوت ۸۴

جو چڑھے گا سو گرے گا

مطلب: صاحب کمال ہی دھوکا کھاتے ہیں۔

کہانی:

ایک شخص گھوڑے پر چلا جاتا تھا۔ اتفاق سے اس کا گھوڑا بدک کر بیخ پا ہوا تو وہ سوار گھوڑے سے گر پڑا۔ وہیں ایک شخص کھڑا ہوا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ سوار سے کہنے لگا میاں تم کیسے سوار ہو گر پڑتے ہو۔ سوار نے جواب دیا یاد رکھو "جو چڑھے گا سو گرے گا"

کہاوت ۸۵

جہاں دیدہ بسیار گوید دروغ

مطلب: سیاح ضرورت سے زیادہ جھوٹ بولتا ہے لیکن کوئی اس بات کی تردید کرنے والا موجود نہیں ہوتا۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک شخص مختلف ممالک کی سیاحت کے بعد اپنے وطن پہنچا اور دوستوں کو غیر ممالک کے عجائبات اور اپنے بے شمار اہم اور بہادرانہ کارنامے سنانے لگا۔ کہنے لگا کہ جب وہ جزیرہ رہوڈس میں تھا تو ایک دن وہ اتنے فاصلے سے کودا تھا کہ آج تک دنیا کا کوئی دوسرا آدمی نہیں کودا۔ وہاں کے لوگ اب بھی میری اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے اس کا قطع کلام کرتے ہوئے کہا کہ جناب اگر یہ بات صحیح ہے تو اس میں شہادت کی ضرورت ہی کاہے ہے۔ فرض کر لیجئے کہ جزیرہ رہوڈس یہی جگہ ہے آپ ہمارے سامنے ویسی ہی جست لگا کر دکھایئے۔ ''ہمیں چوگاں ہمیں گوئے'' یہ سن کر وہ آدمی بغلیں جھانکنے لگا۔

کہاوت ۸۶

جہاں ننانوے گھڑے دودھ کے ہوں گے
وہاں ایک گھڑا پانی کا کیا جان جائے گا۔

مطلب: امیروں میں غریبوں کی پرسش نہیں ہوتی۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے ایک بہت بڑا حوض بنوایا اور حکم دیا کہ رات بھر میں اسے دودھ سے بھر دیا جائے۔ وزیر نے تمام گھوسیوں میں منادی کرادی کہ وہ ایک ایک گھڑا دودھ اس میں ڈال دیں۔ گھوسیوں نے خیال کیا کہ جس حوض میں نرا دودھ ہی دودھ ہوگا اس میں ایک گھڑا پانی کیا معلوم ہوگا۔ اس خیال سے ہر ایک نے اس میں دودھ کی بجائے پانی کا گھڑا ڈال دیا۔ صبح حوض کو دیکھا گیا تو اس میں دودھ کی جگہ صرف پانی تھا۔

کہاوت ۸۷

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

مطلب، ادلے کا بدلہ

کہانی:

کسی جنگل میں لومڑی اور سارس رہتے تھے۔ ان دونوں میں دوستی ہو گئی۔ ایک دن لومڑی نے سارس کو کھانے پر بلایا۔ لومڑی بہت مکار تھی۔ اس نے شوربہ دار سالن تیار کیا اور اسے دو طشتریوں میں ڈال کر ایک طشتری سارس کو دی جب کہ دوسری اپنے سامنے رکھ لی۔

سارس سے کہا کہ بھئی سارس کھانا کھاؤ کتنا مزیدار سالن ہے۔ سارس کی چونچ لمبی تھی۔ بڑی کوشش کے باوجود بھی وہ شوربہ دار سالن کھانے سے عاجز رہا۔ جب لومڑی نے منٹوں میں سارا سالن ہڑپ کر لیا۔

لومڑی نے ازراہ مذاق سارس سے کہا کہ بھئی آپ کھانا کیوں نہیں تناول کرتے۔ دیکھئے نا کتنا مزیدار سالن ہے۔ سارس بیچارہ یہ بہانہ کر کے وہاں سے واپس لوٹا کہ دراصل مجھے بھوک نہیں ہے۔ سالن تو آپ نے واقعی بہت مزے دار تیار کیا ہے۔ لومڑی دل ہی دل میں خوش تھی کہ دعوت بھی کر دی اور کھانا بھی سارا خود ہی کھا لیا۔

سارس نے بھی اپنے دل میں بدلہ لینے کا تہیہ کر لیا۔ ایک دن اس نے بھی لومڑی کو کھانے پر مدعو کیا اور شوربہ دار سالن سے

اس کی تواضع کی۔ مگر اس نے بڑی بڑی طشتریوں کی بجائے
سالن تنگ منہ والی دو صراحیوں میں ڈال کر ایک صراحی لومڑی کی
خدمت میں پیش کی۔ جب کہ دوسری صراحی میں اپنی لمبی چونچ
ڈال کر مزے مزے سے شوربہ پینے لگا۔ اس نے لومڑی سے کہا
کہ بی لومڑی کھانا کھاؤ تمہارے لیے کتنا مزیدار کھانا تیار کیا
ہے۔ لومڑی ساری صورت حال سمجھ گئی اور وہاں سے کچھ کھائے
پئیے بغیر چلی آنے میں اپنی عافیت جانی۔ اسے کہتے ہیں۔ جیسا
کروگے ویسا بھروگے۔
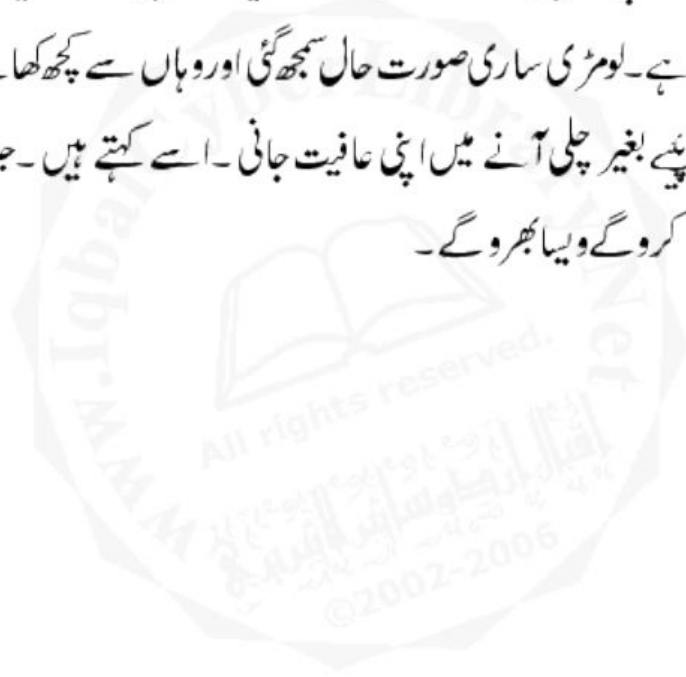
کہاوت ۸۸

جسے کو تیسا ملے سن لے راجا بھیل
لوہے کو گھن کھا گیا لونڈے کو لے گئی چیل

مطلب: لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔

کہانی:

ایک شخص نے اپنے دوست کے پاس سفر پر جانے سے قبل سو من لوہا بطور امانت رکھوایا۔ جب سفر سے واپس آیا تو لوہا طلب کرنے پر اس کے دوست نے کہا کہ تمہارے لوہے کو گھن کھا گیا تھا جو کچھ خراب حالت میں بچا تھا وہ میں نے پھینک دیا۔ وہ شخص اس وقت کو ٹال گیا لیکن چند دن بعد اس نے اپنے سفر سے واپس آنے کی خوشی میں چند دوستوں کی دعوت کی۔ اس دعوت میں اس نے اپنے امانت دار دوست اور اس کے بچے کو بھی مدعو کیا۔ دعوت کے دوران میزبان نے موقعہ پا کر اس کے بچے کو ایک تہہ خانے میں چھپا دیا۔ مہمان نے بچے کو نہ پا کر دریافت کیا۔ میزبان بولا کہ ابھی ابھی جس شناخت کا بچہ تم بتاتے ہوئے ایک چیل کے چنگل میں دیکھا تھا وہ اسے اڑا لے گئی۔ لوگوں نے ہر چند شور کیا مگر چیل نے وہ بچہ نہیں چھوڑا۔ مہمان بولا بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ اتنے بڑے بچے کو چیل اڑا لے جائے۔ میزبان نے جواب دیا کہ بھائی اس میں تعجب کی بات ہے۔ جس شہر میں چند ماہ کی مدت میں سو من لوہا گھن کھا کر ختم ہو سکتا ہے وہاں بچے کو چیل بھی اڑا کر لے جا سکتی ہے۔ معاملہ قاضی کے

روبرو گیا اور ''دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی'' تمام مسئلہ حل ہو گیا۔

''جیسے تو تیسا''۔

کہاوت ۸۹

چام کے دام چلانا

مطلب: چمڑے کے سکے جاری کرنا۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک نظام نامی نے مغل بادشاہ ہمایوں کی جان بچائی تھی۔ اس کے صلے میں بادشاہ نے خوش ہو کر اسے اڑھائی دن کے لئے ہندوستان کی حکومت دے دی۔ نظام سقہ نے اس دوران میں چمڑے کے سکے جاری کرا دیئے۔ جن میں اڑھائی روپیہ کے سونے کی کیل لگی ہوئی تھی۔ تب سے یہ کہاوت چلی آ رہی ہے۔ اس کے معنی زبردستی اور جوتے کے زور سے کام لینے کے بھی لئے جاتے ہیں۔

کہاوت ۹۰

مطلب: محبت میں غرور زیادہ ہو جاتا ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک گدھی ایک احمق کا کھیت چر جاتی تھی۔ کھیت کے مالک نے گدھی کے کان میں کہا کہ میں تجھ پر عاشق ہوں۔ اس روز سے گدھی نے کھیت پر آنا چھوڑ دیا۔
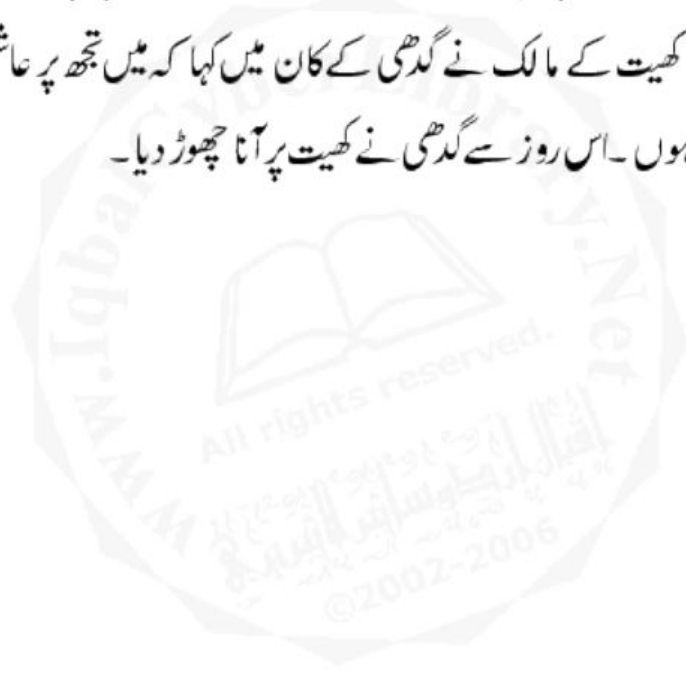
کہاوت ۹۱

چپ کی داد خدا دیتا ہے۔

مطلب: صبر کا پھل خدا سے ملتا ہے۔

کہانی:

کسی مرشد نے اپنے مرید کو نصیحت کی تھی کہ چپ کی داد خدا دیتا ہے۔وہ اس پر عامل ہوا۔ایک دفعہ وہ مرید اور ایک نیزہ بردار سپاہی ایک کشتی میں ہم سفر تھے۔اچانک اس سپاہی نے کسی ضرورت سے اپنا نیزہ اٹھایا۔ قضارا وہ مرید کے ہاتھ پر لگا جس سے وہ زخمی ہو گیا۔اس کے باوجود اس نے اف بھی نہ کی اور صبر کئے بیٹھا رہا۔قضارا اسی نیزے پر سپاہی اس طرح گرا کہ نیزہ اس کے پیٹ میں گھس گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

کہاوت ۹۲

چٹ میں پتوا میرا، بیٹا جیوے تیرا

مطلب: یہ مثل دراصل ایک فقیر کی صدا تھی۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک شخص بازار میں کپڑا خریدنے گیا۔ ایک دلال بھی اس کے پیچھے لگ گیا تا کہ دکان دار سے دلالی حاصل کرے۔ دلال بالعموم مہنگا سوا دلاتے ہیں اس لئے خریدار نے اس روز کچھ نہ خریدا۔ دو تین دن اسی طرح گزر گئے۔ خریدار آتا رہا اور دلال اس کے پیچھے پیچھے پھرتا رہا۔ دلال نے دیکھا کہ خریدار ہوشیار ہے۔ دوسرے دن اس نے ایک فقیر کا روپ بھرا اور یہ مثل ڈنڈا بجا کر گاتا رہا اس طرح خریدار کے سایہ بسایہ پھرتا ہرا۔ خریدار اس کو محض فقیر سمجھتا رہا۔ بالآخر اس نیا یک دکان سے کئی سو روپے کا کپڑا خریدا۔ دلال بھی اس وقت وہاں موجود تھا۔ جب خریدار کا دکان دار سے لین دین پورا ہو گیا تو دلال نے اپنے اصلی روپ میں آ کر خریدار کو متوجہ کیا کہ میاں تم نے دیکھی میری چترائی ایک روپے بارہ آنے کا مال لے کر جا رہے ہون۔ باقی چونی یاروں کو حصے میں مل گئے۔ خریدار شرمندہ ہو کر رہ گیا۔

کہاوت ۹۳

چراغ تلے اندھیرا

مطلب: اپنوں کی بجائے دوسروں کو فائدہ پہنچانا۔

کہانی:

ایک سوداگر کسی بادشاہ کے قلعے کے نیچے لوٹا گیا۔سوداگر نے بادشاہ سے شکایت کی تو بادشاہ نے کہا تو خود ہوشیار کیوں نہ رہا۔سوداگر بولا اے بادشاہ سلامت اگر غلام کو یہ معلوم ہوتا کہ جہاں پناہ کے قلعے کے نیچے مسافر لوٹے جاتے ہیں تو میں باخبر رہتا۔بادشاہ نے جواب دیا کہ تو نہیں جانتا کہ چراغ تلے اندھیرا ہوتا ہے۔

کہاوت ۹۴

چور جاتے رہے کہ اندھیاری

مطلب: اگر چوری کا یہ موقعہ نکل گیا تو کیا ہوا آئندہ قابو میں آجاؤ گے۔ (اندھیاری اندھیرا، تاریکی)

کہانی:

کہتے ہیں کہ کئی چور مل کر ایک سپاہی کے گھر گئے۔ گھر میں داخل ہو ہی رہے تھے کہ آہٹ سے سپاہی کی آنکھ کھل گئی۔ وہ چوروں کو بھگانے کے لئے مصنوعی طور پر زور زور سے کھانسنے لگا۔ ایک چور نے سپاہی کی کھانسی کی آواز سنکر کہا۔

ہو گی کب تک بچا خبر داری
چور جاتے رہے کہ اندھیاری

کہاوت ۹۵

چمار کو عرش پر بھی بیگار

مطلب: غریب کی ہر جگہ شامت ہے۔

کہانی:

ایک چمار اپنے اسباب کی گٹھڑی سر پر لئے کہیں جا رہا تھا۔ بوجھ زیادہ تھا اس لئے دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ خدا اسے ایک گھوڑی دے دے تا کہ یہ کٹھن منزل کٹ جائے۔ اتفاق سے کچھ دور اسی سڑک کے کنارے ایک بادشاہی سپاہی کی گھوڑی ایک بچے کو جنم دیئے پڑی تھی۔ جب یہ چمار اس جگہ پہنچا تو سپاہی نے چمار سے کہا کہ ایک بچھرے کو اپنے کاندھے پر لاد اور میرے ساتھ چل۔ مجبوراً اس غریب چمار کو اپنی گٹھڑی کے ساتھ ساتھ اس بچھڑے کو بھی لادنا پڑا اور جل کر کہنے لگا ''چمار کو عرش پر بھی بیگار''۔

کہاوت ۹۶

چوبے گئے تھے چھبے ہونے دوبے ہو آئے

مطلب: ترقی کی خواہش کی تھی مگر تنزل ہو گیا۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک چوبے (برہمن عالم) نے کہا آؤ وطن سے باہر کہیں پردیس چلیں۔ شاید ترقی کر کے چھبے (دولت مند) ہو جائیں۔ وہ یورپ گیا۔ جہاں ایک فرقہ برہمنوں کو دوبے کہلاتا تھا۔ چوبے کو برہم سمجھ کر کسی نے کہا آؤ دوبے جی مہاراج یہ سن کر چوبے جی بہت ناراض ہوئے۔ تب سے یہ کہاوت مشہور ہے۔

کہاوت ۹۷

چور کا مال سب کوئی کھائے چور کی جان اکارت جائے۔

مطلب: بدکار کو سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

کہانی:

ایک شخص نے چوری کرنے کے دوران ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔ اسے جب قتل کی پاداش میں پھانسی دی جانے لگی تو اسے اس کی آخری خواہش کے بموجب اس کی ماں سے ملاقات کرائی گئی۔ چور نے اپنی ماں کو قریب بلا کر سرگوشی کے بہانے اس کا کان چبا ڈالا۔ وہ بلبلا اٹھی۔ لوگوں نے چور سے اس کی اس حرکت کی وجہ معلوم کی۔ چور نے کہا کہ میں بچپن سے چوری کا عادی ہوں۔ میری ماں بھی چوری کا مال کھایا کرتی تھی۔ اگر اس نے مجھے پہلے ہی روز منع کر دیا ہوتا تو آج مجھے یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ یہ تو مزے میں رہی اور آج میں مر رہا ہوں۔

کہاوت ۹۸

چور کے گھر مور

مطلب: چور کو دغا دینے والا چور سے بھی زیادہ چالاک ہوتا ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک چور کے گھر مور گھس آیا۔ اس گھر میں ایک کھونٹی پر سونے کا ایک ہار لٹک رہا تھا۔ مور نے اسے سانپ سمجھ کر کھونٹی سے اتار کر نگل لیا۔ اتفاق سے چور بھی یہ واقعہ دیکھ رہا تھا۔ دیکھ کر بے ساختہ کہنے لگا ''چور کے گھر مور''۔

کہاوت ۹۹

چور کی داڑھی میں تنکا

مطلب: چور یا مجرم اپنے افعال اور حرکات سے پہچانا جاتا ہے۔ بہ معنی دیگر جہاں نشیب ہوتا ہے وہیں پانی مرتا ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک قافلے میں کسی مسافر کا مال جاتا رہا۔ اس نے اہل قافلہ سے چوری کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ جس نے میرا مال چرایا ہے میں اس کو تاڑ گیا ہوں۔ اس کی داڑھی میں تنکا ہے۔ اتفاق سے وہ چور اس مجمع میں موجود تھا۔ اس نے دل میں کہا کہ کہیں میری ہی داڑھی میں تنکا نہ ہوا۔ یہ سوچ کر اس نے بے ساختہ اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ چنانچہ وہ فوراً ہی اپنی اس حرکت سے شناخت میں آ کر پکڑا گیا۔

کہاوت۱۰۰

چور کی ماں کوٹھی میں سر دے کر روتی ہے۔

مطلب: چور کی ماں اپنے صدمے کی بھڑاس چھپ کر نکالتی ہے۔

کہانی:

گاؤں یا دیہات میں زمیندار کاشتکار اپنے کوٹھوں میں ایک طرف کوٹھے کی شکل کی ایک کٹھیا بنا لیتے ہیں۔ جس میں اند رگھسنے اور اس میں غلہ بھرنے کے لئے ایک یا دو کھڑکیاں بھی رکھتے ہیں مگر یہ زمین سے اٹھی رہتی ہے۔ کیونکہ نیچے کے پایوں کے درمیان بھی بہت سے چیزیں رکھی رہتی ہیں۔ ان چھوٹی موٹی کٹھیوں میں دس بارہ من سے لے کر پچاس ساٹھ من تک غلہ آجاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب ماں اپنے بیٹے کو چوری سے نہیں روکتی تو ایک دن جب اس کا بیٹا چوری کا جرم میں پکڑا جاتا ہے تو پھر ماں اسی کوٹھی میں سر دے کر روتی ہے۔ جس کوٹھی میں اس نے چوری کے دانے رکھے ہوتے ہیں۔

کہاوت ۱۰۱

چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں

مطلب: فضول خرچ کے پاس کبھی روپیہ نہیں رہتا۔

کہانی:

عورتوں کا خیال ہے کہ چیل کے بچوں کی آنکھیں اس وقت تک نہیں کھلتیں جب تک وہ سونا نہ دیکھ لیں۔ عورت کے خیال کے مطابق چیل سونے کی کوئی گری پڑی چیز اٹھا کر اپنے گھونسلے میں لے جاتی ہے۔ اسی لئے شاید اس کے گھونسلے میں سونا برآمد ہوتا ہے۔

درم و دام اپنے پاس کہاں
چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں (غالب)

کہاوت ۱۰۲

خان خاناں کھانے میں بطانہ

مطلب: سخاوت کی خوبی یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ (بطانہ) پوشیدہ چیز یہاں مراد اشرفیاں۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ جب خان خاناں کسی کو کھانا بھیجتا تھا تو اس میں پوشیدہ طور پر اشرفیاں رکھ دیتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خان خاناں کی سرائے میں ہر مسافر کے واسطے پلاؤ کی ایک ایک رکابی اور اس رکابی میں کچھ نقدی مخفی رکھی ہوتی تھی جو بھی مسافر سرائے میں وارد ہوتا ایک رکابی اس کو دے دی جاتی تھی۔

کہاوت ۱۰۳

کوب شد کہ بیل نہ شد

مطلب: اچھا ہوا کہ بیل نہ تھا ورنہ انجام خراب ہوتا۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی بادشاہ کو کوئی تحفہ پیش کرنا چاہتا تھا پہلے تو اس نے ارادہ کیا کہ بادشاہ کو بیل بھیج دوں۔ پھر خیال آیا کہ بیلوں سے زیادہ پیاز اچھی ہے۔ چنانچہ اس نے پیاز کے کئی ٹوکرے خریدے اور بادشاہ کے دروازے پر جا پہنچا۔ بادشاہ نے جب دیہاتی کے اس تحفے کو دیکھا تو اس نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ اس دیہاتی کو اسی کے پیاز کی گھنٹیوں سے مارا جائے۔ جب دیہاتی کو یہ سزا ملنے لگی تو وہ مار کھاتا جاتا اور کہتا جاتا تھا کہ ''خوب شد کہ بیل نہ شد''۔

کہاوت ۱۰۴

داتا کے بھنڈاری کا پیٹ پھٹے

مطلب: سخی سخاوت کرے جب کہ بخیل جل جل مرے۔

کہانی:

روایت ہے کہ حضرت شرف الدین معروف بہ حضرت شاہ بوعلی قلندرؒ پانی پتی کا ایک مرید ان کے بھنڈارخانے کا منتظم تھا۔ مگر برسوں کی خدمت گزاری کے باوجود وہ فقر کی دولت سے محروم تھا۔ ایک دن ایک شخص درگاہ کا مہمان ہوا۔ دوسرے دن جب وہ جانے لگا تو مرید نے انداز لگایا کہ اسے دولت فقر مل گئی ہے۔ وہ اس سے کہنے لگا کہ میاں ہماری تو یہاں خدمت کرتے عمر بیت گئی اور تم کو ایک ہی رات میں سب کچھ عطا ہو گیا۔ مہمان نے کہا کہ "دات دے بھنڈاری کا پیٹ پھٹے"۔ کہتے ہیں کہ مہمان کا یہ جملہ سنتے ہی بھنڈاری کا پیٹ پھٹا اور وہ مر گیا۔

کہاوت ۱۰۵

دستار اور گفتار اپنی ہی کام آتی ہے۔

مطلب: اپنی چیز اور اپنا تجربہ اور فن کام آتا ہے۔

کہانی:

درباری اکبری کے نورتن ملادو پیادہ کی پگڑی کی بندش پر اعتراض اور مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ایک دن ملانے کہا کہ جہاں پناہ یہ سب اپنی اپنی بیویوں سے اپنی پگڑی بندھوا کر آتے ہیں اور میں خود اپنے ہاتھ سے باندھتا ہوں۔ تصدیق کے لئے ان سب کو حکم دیں کہ اپنی اپنی پگڑیاں کھول کر ابھی آپ کے سامنے باندھیں۔ چنانچہ بحکم شاہ سب نے اپنی اپنی پگڑیاں کھول کر از سر نو باندھیں جو نہایت خراب بندھیں۔ البتہ ملا کی پگڑی جیسے پہلے بندھی تھی اس نے دوبارہ ویسی ہی باندھ کر دکھا دی۔ اس پر سب کو خجل ہونا پڑا۔

کہاوت ۱۰۶

دلی کی بیٹی متھرا کی گائے کرم پھوٹے تو باہر جائے۔

مطلب: قدیم رسم و رواج کے مطابق غیر کفو یا پردیس میں شادی خاندانی وقار کے خلاف سمجھا جاتی ہے۔

کہانی:

قدیم رواج کے مطابق اہل دلی اپنی بیٹی کی شادی غیر کفو یا پردیس میں شاذ و نادر ہی کرتے تھے۔ ہنود میں بھی بعض فرقے ایسا نہیں کرتے تھے۔ متھرا میں چونکہ کرشن جی کا پیشہ گائے چرانے کا تھا چنانچہ اب بھی متھرا والے گاؤں کو متھرا سے باہر نہیں بھیجتے۔ اس باعث یہ مثل مشہور ہوئی۔

کہاوت ۱۰۷

دودھ کا دودھ پانی کا پانی

مطلب: کامل انصاف، ہر شے جدا جدا۔

کہانی:

شہر متھرا میں ایک بندر کسی حلوائی کی دکان سے اس کے گلے کا برتن جس میں روپے اور ریزگاری تھی، اٹھا کر ایک درخت پر جا بیٹھا۔ درخت کے نیچے دریا بہہ رہا تھا۔ بندر نے روپے، اٹھنیاں اور چونیاں تو دریا میں پھینکنا شروع کیں اور پیسے حلوائی کی دکان کی طرف۔حلوائی نے جل بھن کر کہا۔ ''ظالم کیا غضب کر رہا ہے؟'' کچھ لوگ وہاں کھڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک بولا۔ لالہ ناراض کیوں ہوتے ہو وہ تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر رہا ہے یعنی دودھ کے دام تیرے سامنے پھینک رہا ہے اور پانی کے دام پانی میں ڈال رہا ہے۔

غیر اس سے شکر و شیر نہ ہوئے پائے
دودھ کا دودھ ہو پانی کا خدایا پانی
(اسیر)

کہاوت ۱۰۸

دھم دھم، ہیچ نہ غ، مرے سو ہم

مطلب: ساری آفت ہم پر آئی ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک مسافر کی کنوئیں سے پانی بھرتے وقت ڈول کی رسی ٹوٹ گئی اور ڈول کنوئیں میں جا پڑا۔ ناچار اسی رسی کے ذریعے کنوئیں میں اترا۔ پانی کی سطح کے قریب پہنچا تو وہاں ایک سانپ لہراتا اور تیرتا ہوا دکھائی دیا۔ مسافر خوف زدہ ہو کر اوپر آنے لگا تو دیکھا کہ کنوئیں کی منڈیر پر ایک شیر کھڑا دھم دھم کر رہ ہے۔ نیچے سے سانپ یہ آواز سن کر بولا ہیچ نہ غم۔ اس وقت عالم بے کسی میں مسافر بولا مرے سو ہم۔

کہاوت ۱۰۹

دیکھ مردوں کی پھیری یہ ماں تیری یا میری

مطلب: عقل مند بہر نوع اپنا انتقام لے ہی لیتا ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک عورت بیماری کا بہانہ کر کے چار پائی پر پڑ گئی۔ خاوند نے بیمار سمجھ کر اس کا علاج کیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ عورت نے کہا کہ مجھے ایک عامل نے یہ بتایا کہ کہ اگر تو اپنی ساس کے بال حاصل کر کے اپنے سرہانے رکھے تو اچھی ہو جائے گی۔ عقل مند خاوند اس کے اصل مقصد کو بھانپ کر بولا اچھا ابھی لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی ماں کے پاس گیا اور سارا حال اسے کہہ سنایا۔ مامتا کی ماری ماں یہ سن کر بھڑک اٹھی۔ اس نے اپنے سر کے تمام بال کاٹ کر بیٹے کے حوالے کئے۔ اب خاوند ماں کے بال لے کر بیوی کے پاس پہنچا اور بال دیکھتے ہی فوراً اُٹھ کر بیٹھی۔ کہنے لگی میں نے تو تمہاری عقل کا امتحان لیا تھا۔ یہ سن کر خاوند نے اپنی ماں اور اپنی ساس کو بیوی کے پاس لا کر کھڑا کیا اور بولا کہ ''دیکھ مردوں کی پھیری یہ ماں تیری یا میری''۔

کہاوت ۱۱۰

دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

مطلب: وقت آنے پر پتہ چلے گا کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک کنجڑے اور کمہار نے مل کر ایک اونٹ کرایہ پر لیا۔ کنجڑے نے ایک طرف ترکاری دوسری جانب کمہار نے اپنے برتن لا دے۔ رستے میں اونٹ گردن اٹھا کر کنجڑے کی ترکاری کھاتا رہا۔ کمہار یہ دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہوتا رہا کہ چلو میں تو نقصان سے بچا۔ جب منزل آئی تو اونٹ والے نے اونٹ کو بٹھایا تو وہ اس طرف کروٹ لے کر بیٹھا جدھر کمہار نے برتن لدے ہوئے تھے۔ وہ آن کی آن میں ٹوٹ کر ڈھیر ہو گئے۔ دونوں نے اپنے اپنے نقصان کا اندازہ لگایا تو کہمار کا نقصان زیادہ نکلا۔ اس وقت کنجڑا بولا بھیا گھبراتا کیوں ہے آئندہ دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

پیئے جاؤ تم جیسے شربت کے گھونٹ
خدا جانے اب بیٹھے کس کل یہ اونٹ (شوق قدوائی)

کہاوت ۱۱۱

ڈیڑھ اینٹ کی مسجد

مطلب: ہر شخص کی اپنی اپنی رائے اور اپنی اپنی پسند

کہانی:

کہتے ہیں کہ دہلی میں چھوٹی چھوٹی ہزاروں مسجدیں ان پٹھانوں اور مغلوں کی بنوائی ہوئی ہیں جن کی کسی زمانے میں ہندوستان پر حکومت تھی۔ پٹھان اور مغل عموماً تندمزاج ہوتے ہیں۔ یہ دوسروں کا احسان لینا بھی گوارا نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ دوسروں کی بنوائی ہوئی مسجدوں میں نماز بھی نہیں پڑھتے۔ ان لوگوں میں سے دولت منداشخاص نے اپنی نماز پڑھنے کے لئے الگ الگ مسجدیں بنوائی تھیں۔ یہ مسجدیں بعض جگہوں پر تو بالکل ہی قریب قریب ہیں۔ ان ہی مساجد کو ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کہتے ہیں۔

امیر دیر و حرم سے الگ جو ہوتے ہیں۔
وہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بناتے ہیں۔
(امیر مینائی)

کہاوت ۱۱۲

ڈھاک تلے کی چکتی لیکھا جوں کا توں

مطلب: معاملہ طے ہو جانے کے باوجود جھگڑا باقی رہنا۔

کہانی:

ایک مہاجن سے کسی شخص نے کچھ رقم قرض لی جسے وہ تقاضوں کے باوجود مہاجن کو ادا نہ کر سکا۔ مقروض نے مہاجن کے تقاضوں سے تنگ آ کر اس سے چھٹکارا پانے کی یہ تدبیر کی کہ ایک روز جب مہاجن گاؤں کے جنگل سے گزر رہا تھا اسے ایک ڈھاک کے درخت کے نیچے پکڑ کر جان سے مارنے کی دھمکی دی۔ مہاجن نے جان کے خوف سے مقروض کے کہنے کے مطابق ایک پرزہ کاغذ پر اپنے قرض کی فارغ خطی ان الفاظ میں لکھ کر مقروض کے حوالے کی۔ تلے کی بے باقی شہر میں لینا دیان۔ مقروض یہ تحریر لے کر سمجھا کہ چلو قرض سے جان چھوٹی۔ لیکن دوسرے ہی دن مہاجن نے مقروض سے کہا میاں ہوش کی دوا کرو۔ ڈھاک تلے کی چکتی۔ لیکھا جوں کا توں۔ جب تک بہی کھاتے ہیں بے باقی کا اندارج نہیں ہوگا۔ میرا روپیہ تمہارے ذمہ باقی ہے خیریت ہو تو میرا روپیہ ادا کرو۔ تب سے یہ کہاوت مشہور ہوگئی۔ ''ڈھاک تلے کی چکتی لیکھا جوں کا توں''۔

کہاوت ۱۱۴۳

ڈوبا بنس کبیر کا جو آ جے پوت کمال

مطلب: ایسی نا خلف اولاد کے متعلق یہ مثل کہی جاتی ہے جس سے خاندان بدنام ہو۔

کہانی:

نقل ہے کہ ایک راجا کا اکلوتا لڑکا سخت علیل ہو گیا یہاں تک کہ جان کنی کی نوبت آ گئی۔ راجا نے اپنے ایک مصاحب کے مشورے پر کبیر کے چیلے شاہ کمال کو بلوا کر دعا کرائی۔ دعا کی برکت سے وہ اچھا ہو گیا۔ راجا نے خوش ہو کر شاہ کمال کو کئی توڑے اشرفیوں کے نذر کئے۔ شاہ کمال نے قبول کر لیں۔ شدہ شدہ یہ خبر کبیر تک پہنچی تو وہ بہت برہم ہوئے اور دوہا کہا کہ

ڈوبا بنس کبیر کا جو آ بجے پوت کمال رام رام دھن بیچ کے لائے چار ہنوال، ہنوال بمعنی خچر۔

کہاوت ۱۱۴

ڈولی آئی ڈولی آئی میرے من میں چاؤ
ڈولی میں سے نکل پڑا بھونگڑ بلاؤ

مطلب: بظاہر خیال یہ تھا کہ ڈولی میں کوئی خوب صورت عورت بیٹھی ہو گی لیکن دیکھا تو اس میں بلاؤ کی ہم شکل ایک بھدی عورت نکلی۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ لکھنوء میں ایک شخص نے لڑکی والوں سے اس شرط پر شادی منظور کی کہ وہ نکاح سے قبل لڑکی کو دیکھ لیں گے۔ لڑکی کے ورثاء نے یہ بات منظور کر لی۔ نکاح کے بعد جب دولہن کا ڈولہ شوہر کے گھر پہنچا تو خلاف توقع ڈولے میں سے ایک نہایت بدصورت ڈراؤنے منہ کی عورت برآمد ہوئی۔ اس وقت براتیوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ ''ڈولی آئی ڈولی آئی میرے من میں چاؤ'' ''ڈولی میں سے نکل پڑا بھونگڑا بلاؤ''۔

کہاوت ۱۱۵

ڈھول میں پول

مطلب: ظاہر میں سچ مگر باطن میں جھوٹ

کہانی:

کہتے ہیں کہ ڈوم اور جاٹ نے مل کر کھیتی باڑی کا کام شروع کیا۔ جاٹ تو کھیتی باڑی کے کام میں مشغول رہتا اور ڈوم کام پر جانے کی بجائے کوئی بہانہ کر دیتا۔ یہاں تک کہ فصل پک کر تیار ہو گئی۔ کٹائی کے بعد غلے کے ڈھیر بھی لگ گئے۔ تب بھی ڈوم نہ آیا۔ لوگوں نے جاٹ کو سمجھایا کہ تم جو تو ڈوم کو دینا اور گندم خود لینا۔ کسی طرح یہ خبر ڈوم کو مل گئی۔ وہ فوراً ہی کھیت میں آ دھمکا اور جاٹ سے کہا۔ بھیا میرے پاس ڈھول ہے جس طرح وہ کہے اسی طرح بٹوارا کرانا۔ یہی خدا لگتی بات ہے۔ جاٹ راضی ہو گیا۔ یہ بات طے کر کے دوم ایک بہت بڑا ڈھول لے کر آ گیا۔ ڈوم نے اپنی ایک لڑکی کو اس ڈھول میں سکھا پڑھا کر پہلے ہی سے بیٹھا دیا تھا۔ اب ڈوم نے ڈھول بجانا شروع کیا لڑکی نے ڈھول کے اندر سے آواز دی کہ جو جٹ (جاٹ) بانٹ کھائے اور گندم گھائے ڈوم۔ مجبوراً وعدے کے مطابق بچارے جاٹ کو اپنے حصے میں جو لینے پڑے اور ڈوم گیہوں لے کر خوش خوش اپنے گھر آ گیا۔ جاٹ کو کیا معلوم کہ اس ڈھول میں کیا پول تھا۔

کہاوت ۱۱۶

رہیں جھونپڑیوں میں خواب دیکھیں محلوں کا

مطلب: غریبی میں امیری کی خواہش رکھنا۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ کسی شہر میں ایک سوداگر بچہ اپنے باپ کا واحد وارث اور بے انتہا دولت کا مالک تھا۔ مگر مفت خوروں اور خوشامدی دوستوں میں ہر وقت گھرا رہنے کی وجہ سے تھوڑی ہی مدت میں تہی دست اور مفلس ہو گیا۔ یہ حال دیکھ کر ماں نے نصیحت کی تو اس نے سب لوگوں سے قطع تعلق کر کے اپنا تھوڑا سا ثاث البیت فروخت کر کے کچھ سرمایہ اکھٹا کیا اور تجارت کر کے گزر اوقات کرنے لگا۔ لیکن سابقہ عادت کی وجہ سے اس کا یہ دستور قائم رہا کہ ہر شام کسی نہ کسی نو وارد مسافر کو اپنے ہاں مدعو کر کے اپنے ساتھ کھانا کھلا کر رخصت کر دیتا۔ ایک دن بادشاہ نے اپنے ایک غلام کے ہمراہ جو بہ تبدیل لباس مسافر کے بھیس میں رعایا اور شہر کے حالات معلوم کرنے کے لئے نکلا کرتا تھا۔ اس سوداگر بچے سے ملاقات کی۔ سوداگر بچے نے حسب معمول اسے بھی مسافر سمجھ کر اپنے ساتھ کھانے پر مدعو کیا۔ طعام کے دوارن اس نے اپنے سابقہ احوال سے مہمان کو آگاہ کیا۔ نیز اپنے محلے کے چار مردم آزاد لوگوں کے نام لے کر کہا کہ اگر میں ایک دن کے لئے بادشاہ ہو جاؤں تو ان کو قرار واقعی سزا دوں۔ جب رات زیادہ گزری تو مہمان نے جانے سے پہلے آخری جام

پیا اور اپنے میز بان کو بھی پلایا۔ بادشاہ نے میز بان کی نظر بچا کر اس کے جام میں دارد یئے بے ہوشی ملا دی تھی۔ جام پیتے ہی میز بان بے ہوش ہو گیا۔ بادشاہ اس کو اسی حالت میں اپنے غلام کے ذریعے اپنے محل میں لے گیا اور غلاموں کو ہدایت کر دی کہ کل صبح تا شب اس کے ساتھ بالکل بادشاہ جیسا سلوک کیا جائے اور جو یہ کہے اس پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ صبح جب سوداگر بچے کی آنکھ کھلی تو اس نے پانے آپ کو محل میں پایا۔ اس کے ساتھ بادشاہ جیسا سلوک کیا گیا۔ سوداگر بچے نے اپنے محلے کے ان چار مردم آزاد لوگوں کو بلا کر انہیں قرار واقعی سزا دبھی دی۔ رات کو جشن طرب منعقد ہوا۔ بادشاہ کی ہدایت کے مطابق اس کے جام میں بے ہوشی کی دوا ملا کر واپس چھوڑ آیا۔ دوسری صبح جب سوداگر بچے کی آنکھ کھلی تو وہ پہلی صبح سے زیادہ حیران اور پریشان تھا کہ کل شب میں محل میں تھا اور آج اپنے پرانے جھونپڑے میں ہوں۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر اس کی ماں نے اس کی خیریت دریافت کی تو وہ اس پر بری طرح برسنے لگا۔ کہنے لگا تو میری ماں نہیں ہے، میں تو بادشاہ وقت ہوں۔ ماں بولی بیٹے تو نے ضرور رات کوئی وحشت ناک خواب دیکھا ہے۔ جھونپڑے میں رہ کر محلوں کا خواب دیکھ رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تجھے لوگ پاگل سمجھ کر پاگل خانے لے جائیں۔ سوداگر بچہ یہ سن کر سوچنے لگا کہ تھوڑی دیر میں بولا ماں جو کچھ تم کہتی ہو واقعی سچ ہے۔ یقیناً میں شیطانی وسوسے میں مبتلا ہوں۔

لے جانے کو گھر اپنے کہوں تو کہے اچھا

کیا جھونپڑی میں دیکھے گا تو خواب محل کا

رکھتے ہیں فقیری میں دماغ اہل دول کا

ہم جھونپڑے میں دیکھتے ہیں خواب محل کا

(شاد)

کہاوت ۱۱۷

ریوڑی کے پھیر میں پڑنا

مطلب: کسی لالچ کے سبب مصیبت میں گرفتار ہونا۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ چند دوست ایک جگہ اکھٹے بیٹھے تھے ان میں سے کسی نے پوچھا کہ ایک آدمی زیادہ سے زیادہ کتنی ریوڑیاں کھا سکتا ہے؟ ریوڑیاں اس طرح کھائی جائیں کہ پہلے ایک، پھر دو، پھر چار اور پھر دوگنی کی دوگنی۔

ان میں سے کسی سادہ لوح نے کہہ دیا کہ اس طرح بارہ ریوڑیاں کھا سکتا ہوں۔ کہنے کو تو کہہ دیا لیکن جب کھانے کی نوبت آئی تو نہ کھا سکا۔ جب وہ تانی تعداد میں ریوڑیاں نہ کھا سکا تو اس کے سارے دوستوں نے اس کا خوب مذاق اُڑایا اور یوں گویا ہوئے۔ ''آ گئے نا ریوڑی کے پھیر میں''۔

ریوڑی کے پڑی پھیر میں گٹا سی مری جان
حلوائی نے ارمان تو تل بھر نہ نکالا (جان صاحب)

کہاوت ۱۱۸

زر کو زر کھینچتا ہے۔

مطلب: مال سے مال کمایا جاتا ہے

کہانی:

ایک شخص نے کسی سے یہ مثل سن رکھی تھی کہ زر کو زر کھینچتا ہے۔ اس کے پاس صرف ایک روپیہ تھا۔ اس قول کی آزمائش کے لئے وہ ایک صراف کی دکان پر پہنچا اور اپنا روپیہ صراف کو روپوں کے ڈھیر کی طرف پھینک کر انتظار کرنے لگا کہ اب میرا روپیہ کتنے روپوں کو کھینچ کر لاتا ہے۔ لیکن کوئی روپیہ نہ آیا۔ صراف نے اس کو اپنی دکان پر اس طرح کھڑا دیکھ کر پوچھا۔ کیا بات ہے؟ تم یہاں کھڑے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے روپے کے ساتھ دوسرے روپوں کا منتظر ہوں۔ اس پر صراف نے مسکرا کر کہا کہ میرے روپوں نے تمہارے ایک روپے کو کھینچ لیا۔ تمہارا مقولہ سچا کہ زر، زر کو کھینچتا ہے۔

کہاوت ۱۱۹

زمین شور سنبل ندارد

کہانی:

کہتے ہیں کہ چند ڈاکو قافلے والوں کے لئے پریشانی کا باعث بنے ہوئے تھے۔ بادشاہ نے فوج کا ایک دستہ ان ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ جس نے ان تمام ڈاکوؤں کو گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے سب کو سزائے موت کا حکم دیا۔ ایک ڈاکو جس کی عمر سولہ سترہ برس کی تھی۔ وزیر کو اس کی جوانی پر ترس آ گیا اور بادشاہ سے معافی کی سفارش کی۔ بادشاہ نے کہا کہ سانپ کو مارنا اور اس کے بچے کو پالنا دانش مندی نہیں۔ چند درباری بھی وزیر کے ہم نوا بن گئے اور انہیں بھی نوجوان ڈاکو پر ترس آ گیا اور بادشاہ سے کہنے لگے کہ اے بادشاہ سلامت اس نوجوان ڈاکو کی فطرت میں بدی راسخ نہیں ہوئی ممکن ہے کہ صحبت صالح سے سنور جائے۔ بادشاہ نے بادل نخواستہ اسے چھوڑ دیا اور فرمایا گو خلاف مصلحت ہے لیکن معاف کرتا ہوں۔ وزیر اس نوجوان کو گھر لے گیا۔ کئی ایک استاد اس کی تعلیم وتربیت پر لگا دیئے۔ رفتہ رفتہ نوجوان نہایت شائستہ اور مہذب بن گیا۔ ایک مرتبہ وزیر نے بادشاہ کے سامنے اس کا ذکر کیا تو بادشاہ نے سر ہلایا اور فرمایا کہ بھیڑیے کا بچہ خواہ وہ انسانوں میں پلے، آخر بھیڑیا ہی بنتا ہے۔ تین چار سال بعد اس نوجوان کے جی میں کیا آئی آدھی رات کو اٹھا اور اس کے بچوں کو

قتل کیا۔ سب کچھ سمیٹ کر دو بارہ ڈاکوؤں میں جاملا۔

جب بادشاہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو ایک سرد آہ بھری اور فرمایا ''زمین شور سنبل نیارد'' یعنی شور والی زمین میں سنبل پیدا نہیں ہوتا۔

کہاوت ۱۲۰

سارا گھر جل گیا تب چوڑیاں پوچھیں

مطلب: بربادی کے بعد قدردانی

کہانی:

کہا جاتا ہے کہ ایک عورت نے غصے میں آکر اپنے گھر کو صرف اس لئے آگ لگا دی کہ کوئی اس کے حسن و جمال اور چوڑیوں کی تعریف نہیں کرتا تھا، جب لوگ آگ بجھانے لگے تو عورت بولی کہ اگر تم نے پہلے ہی تعریف کی ہوتی تو میں اپنا گھر کیوں جلاتی۔
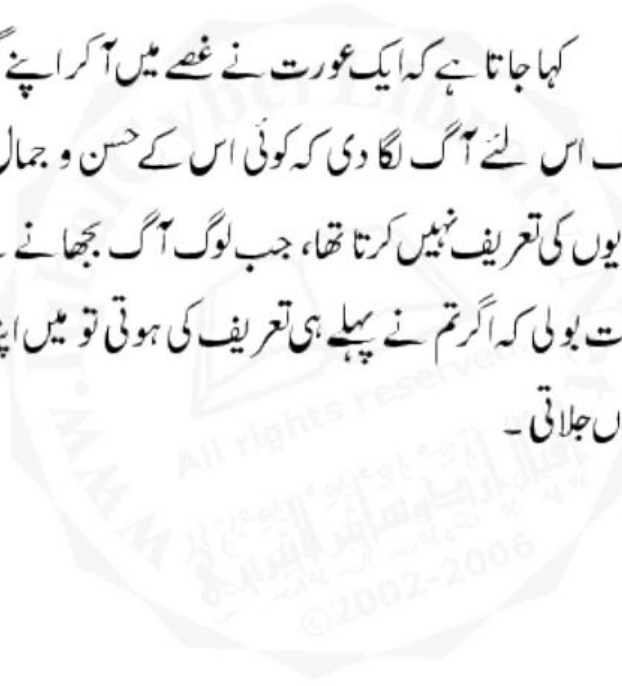
کہاوت ۱۲۱

ساس مرگئی اپنی ارواح توبنے میں چھوڑ گئی

مطلب: مر کر بھی ساس کا رعب و دبدبہ باقی رہا۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک ساس اپنی بہو پر مرتے دم تک غالب رہی۔ جب وہ مرنے لگی تو بہو سے بولی کہ تو مجھ کو مردہ نہ سمجھ کیونکہ میری روح اس توبنے میں رہے گی۔ جب تو کوئی کام کرے تو پہلے توبنے سے اجازت لے لیجیو۔ بہو بیچاری ایسی خوف زدہ ہوئی کہ وہ ہر کام میں اپنی مرنے والی ساس کی نصیحت پر عمل کرتی رہی۔ ایک دن ہمسایہ کی ایک عورت نے جب توبنے کے سامنے بہو کی گفتگو سنی تو بہت حیران ہوئی۔ ہمسائی نے اس عورت کے روبرو اس توبنے کو توڑ ڈالا۔ تب کہیں اس کا وہم ختم ہوا۔

کہاوت ۱۲۲

سچا جائے روتا آئے، جھوٹا جائے ہنستا آئے۔

مطلب: جھوٹا کسی نہ کسی طرح اپنا کام نکال لیتا ہے

کہانی:

کہتے ہیں دو شخص تھے ان میں سے ایک ہمیشہ سچ بولتا اور دوسرا جھوٹ۔ ایک دفعہ ان دونوں کا گزر بندروں کے جنگل میں ہوا۔ شاہ میموں کے حکم پر دونوں گرفتار ہو کر بادشاہ کے سامنے لائے گئے۔ شاہ میموں بولا بتاؤ میں کیسا بادشاہ ہوں۔ پہلے جھوٹ بولنے والے نے کہا کہ آپ بڑے شان وشوکت کے بادشاہ ہیں اور آپ کے یہ تمام درباری بھی نہایت لائق اور فائق ہیں۔ بادشاہ نے یہ حسب دل خواہ جواب سن کر اس جھوٹے کو بہت کچھ انعام و اکرام سے نوازا۔ اب سچے آدمی کی باری آئی۔ اس نے دل میں سوچا کہ جب میرے دوست کو جھوٹ بولنے پر اتنا انعام ملا تو مجھے سچ بولنے پر اور بھی زیادہ ملے گا۔ چنانچہ اس نے سچائی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ آپ ایک بہت عمدہ بندر ہیں اور آپ کے ساتھی بندر بھی بہت اچھے ہیں لیکن آدمی آدمی ہوتا ہے اور جانور جانور۔ بندروں کے بادشاہ یہ سن کر اس پر بہت غضبناک ہوا۔ اس بے چارے کی تو شامت آ گئی۔ بندر نے اسے نوچ کھسوٹ کر بری طرح زخمی کر دیا۔

کہاوت ۱۲۳

سخن فہمی عالم بالا معلوم شد

مطلب: عالم بالا کی سخن فہمی معلوم ہوگئی۔ جب کوئی کسی بات کا غلط مطلب سمجھے تو اس وقت کہتے ہیں۔

کہانی:

اس قول کے متعلق یہ حکایت مشہور ہے کہ ایک دن اکبر بادشاہ کے دربار میں یہ ذکر نکلا کہ جس دن شیخ سعدی نے یہ شعر کہا تھا کہ

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتر یست معرفت کردگار

اسی دن ان کا گزر ایک قبرستان سے ہوا۔ اتفاق سے ان کو وہاں نیند آگئی۔ خواب میں انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص ان سے یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا یہ شعر بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوگیا۔ بعد ازاں اس فرشتے نے سعدی کو اس شعر کے صلے میں بہشت کا ایک سیب دیا۔ جب سعدیؒ بیدار ہوئے تو دیکا کہ حقیقت میں ایک نہایت خوشنما سیب ان کے پاس موجود تھا۔ فیضی نے سعدی سے متعلق جب یہ واقعہ سنا تو ان کو یقین نہ آیا اور کہا اس شعر میں تو بہت سارے نقائص ہیں۔ اس سے بہتر شعر تو میں کہہ سکتا ہوں۔ چنانچہ فیضی نے یہ شعر کہا کہ

ہر گیا ہے کہ از زمین روید
وحدہ لا شریک لہ گوید

یہ کہہ کر فیضی بھی قبرستان میں جا کر سو رہے۔ اتفاق سے
کسی چڑیا نے ان کے منہ پر بیٹ کر دی۔ جب ان کی آنکھ کھلی
اور اپنے منہ پر بیٹ پائی تو طنزاً یہ کہا کہ

سخن فہمی عالم بالا معلوم شد

بعض کا قول ہے کہ فیضی کو جب اس شعر پر رشک ہوا تو
س نے یہ شعر کہا تھا

بر ہر بن مو کہ می نہم گوش
زفوارہ فیض اوست در جوش

باقی قصہ وہی ہے جو اول مذکور ہوا۔
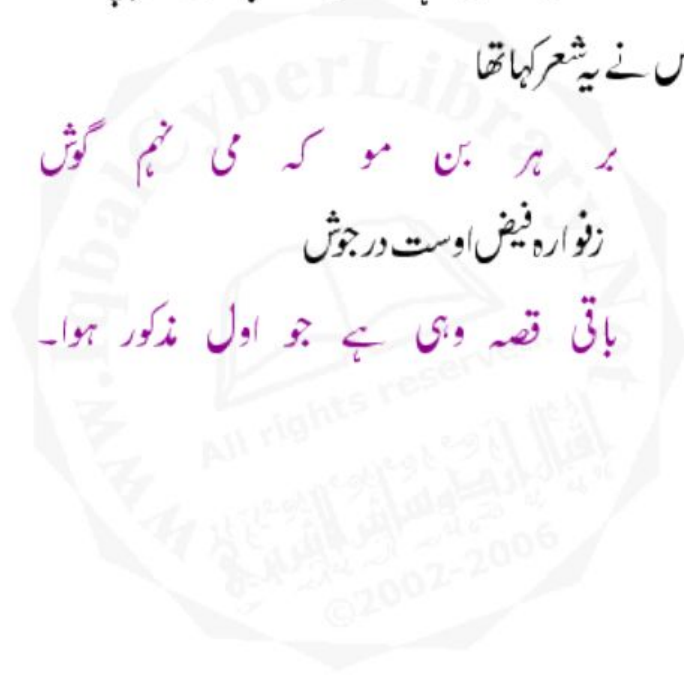
کہاوت ۱۲۴

سن رے ڈھول بہو کے بول

مطلب: زباندراز اور زن مرید کی نسبت کہتے ہیں۔

کہانی: کہتے ہیں کہ ایک شخص کی بیوی بدچلن تھی لیکن شوہر کو اس بات کا علم نہ تھا۔ ساس نے اپنے بیٹے کو بتایا لیکن اسے یقین نہ آیا کیونکہ وہ زن مرید تھا۔ اتفاق سے وہ عورت بیمار پڑ گئی۔ ساس نے ایک عقل مند ملا علاج کے بہانے بلا کر اس سے کہا کہ وہ اس کی بہو سے یہ کہے کہ اگر وہ اپنی بدچلنی کا حال صاف صاف اپنی ساس کو بتا دے تو خدا اسے فوراً شفا دے دے گا۔ ساس کی یہ ترکیب کارگر ثابت ہوئی۔ ساس نے اپنے بیٹے کو ایک بہت بڑے ڈھول میں بٹھا کر چھپا دیا اور بہو سے حال پوچھنے لگی۔ بہو اپنی باتیں ساس کو سنانے لگی۔ ساس اپنی بہو کا بیان سنتی جاتی اور ڈھول پر تھاپ مارتی جاتی۔ گویا اشارتاً اپنے بیٹے سے یہ کہتی جاتی کہ ''سن رہے ڈھول بہو کے بول''۔

کہاوت ۱۲۵

سکھائے پوت دربار نہیں جاتے۔

مطلب: نا اہل تعلیم وتربیت کے باوجود نا اہل ہی رہتا ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک وزیر نے جو خود کسی وجہ سے حاضر دربار ہونے سے قاصر تھا۔ اپنی بجائے اپنے لڑکے کو دربار میں جانے کے لئے کہا۔ اس نے اسے دربار کے تمام اصول اور آداب بتائے اور ہدایت کی کہ ان پر عمل کرنا مثلاً دربار میں داخل ہوتو پہلے بادشاہ کو، پھر ولی عہد کو محبت سے سلام کرنا۔ بادشاہ بڑا خواجہ اور والی عہد چھوٹا خواجہ کہلاتا ہے۔ دوم کسی غلط مقام پر نہ بیٹھ جانا۔ جب بادشاہ اشارہ کریں تو کسی اونچے مقام پر بیٹھنا اور جب گفتگو کریں تو نرم اور میٹھی باتیں کرنا۔ چنانچہ جب وزیرزادہ دربار پہنچا تو داخل ہوتے ہی پکارا بڑے کھنجیا۔ (خواجہ) تو ہوکا (تجھ کو) سلام، چھوٹے کھنجیا تو ہوکر سلام۔ بیٹھنے کا اشارہ ملنے پر ایک گوشے میں چراغ دان قسم کی کوئی چیز رکھی ہوئی تھی اس پر اچک کر بیٹھ گیا۔ جب بادشاہ نے مزاج پوچھا تو جواب میں کہا۔ روئی، ریشم، مخمل۔ بادشاہ نے پوچھا تمہارا کیا شغل ہے تو بولے، لڈو، پیڑا، برفی۔ بادشاہ سے اب نہ رہا گیا اور حکم دا ے کہ اس پاگل کو دربار سے نکال دو۔ جب یہ وزیرزادہ واپس گھر پہنچا تو اپنے باپ سے کہا کہ بابا جان آپ نے مجھے کس دیوانے کے پاس بھیج دیا تھا اور یہ کہہ کر اس کو اپنے اور بادشاہ کی گفتگو بیان کی۔

یہ سن کر وزیر نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا کہ واقعی ''سکھائے پوت دربار نہیں جاتے''۔

کہاوت ۱۲۶

سو نکٹوں میں ایک ناک والا نکو

مطلب: سو عیب داروں میں ایک بے عیب یا سو رذیلوں میں ایک شریف عیبی اور بدنام خیال کیا جاتا ہے۔

کہانی:

مشہور ہے کہ ایک طرف سے چند نکٹے اکھٹے آرہے تھے۔ دوسری جانب سے ایک سالم ناک والا آرہا تھا۔ نکٹوں نے سوچا کہ یہ ہم کو دیکھ کر ضرور ہمارا مذاق اڑائے گا۔ لہذا بطور پیش بندی تمام نکٹوں نے اپنے نکٹے پن کی خفت کو مٹانے کے لئے پہلے سے ہی چیخنا شروع کر دیا۔ وہ آیا نکو وہ آیا نکو۔ ناک والے نے یہ شور و غل سن کر دور ہی سے اپنا راستہ بدل لیا۔

کہاوت ۱۲۷

سوت کی انٹی یوسفؑ کی خریداری

مطلب: بساط تھوڑی یا پونجی مختصر اور عزم بڑا۔

کہانی:

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نے حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈال دیا تو سوداگروں کا ایک قافلہ جو شام سے مصر جا رہا تھا اس کنوئیں کے قریب سے گزرا تو سردار قافلہ نے اپنے غلاموں سے اس کنوئیں سے پانی لانے کو کہا۔ انہوں نے حضرت یوسفؑ کو وہاں دیکھ کر باہر نکالا اور اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ اس نے برادران یوسف کو کچھ درہم دے کر حضرت یوسف کو خرید لیا اور پھر انہیں مصر میں لے جا کر بطور غلام فروخت کرنے کا ارادہ کیا۔ چونکہ حضرتؑ کے حسن و جمال کا شہرہ تھا تمام شہر میں پھیل گیا تھا۔ اس لئے لوگ جوق در جوق جمع ہو گئے۔ انہی لوگوں میں ایک ضعیفہ بھی ان کو خریدنے کے لئے آئی۔ مگر اس کے پاس سوائے سوت کی ایک انٹی کے اور کچھ نہ تھا۔ اسی روز سے سوت کی انٹی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداری ایک مثل کے طور پر مشہور ہوگئی۔

کہاوت ۱۲۸

سوت چون کی بھی بری

مطلب: حقیر سے حقیر سوکن بھی بری۔ شریک بے شر بھی اچھا نہیں۔

کہانی:

کہا جاتا ہے کہ ایک آدمی آٹے کی ایک عورت بنا کر اسے پوشاک اور زیور سے آراستہ کر کے اس سے محبت کا اظہار کیا کرتا تھا تا کہ اپنی بیوی کو جلائے۔

اس مثل سے متعلق دوسری روایت یوں ہے کہ ایک عورت نے اپنے دل کا غبار نکالنے کے لئے اپنی سوکن کی ہم صورت آٹے کا ایک پتلا تیار کیا پھر اس کو کڑ اکڑ اتے ہوئے تیل میں ڈالنے کو تھی کہ وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر تیل میں اس طرح گرا کہ اس کے تیل کے چھینٹوں سے اس عورت کا بدن جل گیا۔ اس وقت بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا کہ سوت چون کی بھی بری۔

کانٹا برا کریل کا اور بدلی کی گھام
سوت بری ہے چون کی اور ساجھے کا کام

کہاوت ۱۲۹

سووے گا سو کھووے گا جاگے گا سو پاوے گا

مطلب: غافل ہوتے ہی غلطی واقع ہوئی۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک شہزادہ گردش روزگار کا ستایا سفر کی منزلیں پے در پے طے کرتے کسی بادشاہ کے شہر میں علی الصباح داخل ہوا۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق شہر پناہ کے محافظوں نے اسے بادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ وہاں اس کو نہلا دھلا کر شاہانہ پوشاک پہنائی اور انواع واقسام کے لذیذ کھانے کھلائے گئے۔ اسی شام اس کا نکاح بادشاہ کی بیٹی سے کر دیا گیا۔ وہ ان تمام واقعات کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو رہا تھا۔ آخر کار اس کے پوچھنے پر لوگوں نے بتایا کہ ہر روز صبح سویرے اس شہر میں جو شخص وارد ہوتا ہے اس کا شہزادی سے عقد کر دیا جاتا ہے اور نہ معلوم کتنے جوان اور حسین اس طرح موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ لیکن آج تک ان کی موت کا راز کسی کو معلوم نہ ہو سکا۔ رات کو جب یہ شہزادہ حجلہ عروسی میں داخل ہوا تو اس کو اس نصیحت نامے کا جسے اس نے ایک شخص سے ایک لاکھ روپے میں خریدا تھا اور جس کی پاداش میں وہ اپنے ماں باپ بھائی بہن اور دوستوں کو چھوڑ کر ملک بدر ہوا تھا۔ یہ بات یاد تھی کہ جو سوئے گا وہ کھوئے اور جو جاگے گا وہ پائے گا اس نے فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو آج تمام رات جاگتا رہے گا اور جو پیش آئے گا اس کا مقابلہ کرے گا۔ وہ خوف اور

دہشت کے عالم میں تمام رات جاگتا رہا اور اپنی حفاظت کے لئے ایک ننگی تلوار اس نے اپنے پاس رکھ لی۔ اس دوران شہزادی سے یہ بتا چکی تھی کہ ایک جن اس پر عاشق ہے اور وہ ہر روز ایک سانپ کے روپ میں اس کے پاس آتا ہے اور سوتے ہوئے شخص کو ڈس کر مار ڈالتا ہے اور پھر خود شہزادی کے پاس لیٹ جاتا ہے۔ جب تین پہر شب گزری تو اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ چلا آ رہا ہے۔ شہزادی تو اس کو دیکھتے ہی سہم گئی لیکن جونہی سانپ پلنگ کے قریب آیا۔ شہزادے نے نہایت پھرتی اور کمال بہادری سے اس پر تلوار سے حملہ کیا اور اپنے پہلے ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اس بلا سے نجات پا کر اس نے خدا کا شکر یہ ادا کیا اور پھر بے فکر ہو کر شہزادی کے ساتھ آرام سے سو گیا۔ صبح حسب معمول حجلہ عروسی کھولا گیا تو شہزادے اور شہزادی دونوں کو زندہ سلامت پایا۔ بادشاہ بھی اس کو زندہ پا کر بہت خوش ہوا۔ چند دن بعد اس نے اپنی بجائے اسے اپنا وارث تاج وتخت بنا دیا۔

یہ مثل سچ ہے جو جاگے سو پاوے گا

بخت بیدار ہے دیدہ بیدار کا (ناسخ)

کہاوت ۱۳۰

سوئمبر کی رسم ادا کرنا۔

کہانی: کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں ہندو راجاؤں اور عالی خاندان کے لوگوں میں یہ دستور تھا کہ ان کی لڑکیاں اپنے شوہر کا انتخاب خود کیا کرتی تھیں۔ اس طریقے کو سوئمبر کہتے تھے۔

سویمبر کی اطلاع تمام ریاستوں کے شہزادوں اور امیروں کو پہلے سے دے دی جاتی تھی۔ تاریخ مقررہ پر سب امراء اور شہزادے جمع ہو کر ایک کھلے میدان میں اپنے اپنے ہنر اور کرتب دکھاتے تھے۔ ان میں سے جس کو بھی لڑکی پسند کرتی وہ اس کے گلے میں پھولوں کی مالا ڈال دیتی تھی اور پھر وہی اس کا شوہر منتخب ہو جاتا۔

کہاوت ۱۳۱

سیف تو پٹ پڑی تھی مگر نیمچہ کاٹ کر گیا۔

مطلب: جس پر بھروسہ تھا وہ تو کام نہ آیا مگر ایک ادنیٰ شخص سے کام نکل آیا۔

کہانی:

روایت ہے کہ ایک مرتبہ نواب سیف اللہ خان ہاتھی پر سوار تھے انکا بیٹا پاس بیٹھا تھا۔کسی آزاد منش فقیر نے سوال کیا کہ بابو سیفو چاندی کا سکہ دلوادو۔نواب سیف اللہ خان نے منہ پھیر لیا۔مگر اس کے لڑکے نے جیب سے ایک اشرفی نکال کر فقیر کو دے دی۔فقیر نے خوش ہو کر کہا۔''سیف تو پٹ پڑی تھی مگر نیمچہ کاٹ کر گیا''

کہاوت ۱۳۲

سینک سڑ پے تو لالہ جی کے ساتھ گئے اب تو دیکھو اور کھاؤ

مطلب: انتہائی بخیل اور کنجوس کے لئے کہتے ہیں۔

کہانی،

سینک ۔تنکا، تیلی، کھانا، نگلنا کہتے ہیں کہ ایک بخیل بنیا اپنے گھر والوں کو گھی کھلاتا تو جھاڑو کی ایک سینک پر گھر چھوا کر دے دیتا تھا۔ اس کے مرنے پر جب اس کا بیٹا اس کا وارث ہوا تو وہ اپنے باپ پر بھی سبقت لے گیا۔ جب وہ گھر والوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھتا تو ان سے کہتا کہ وہ سینک سڑ پے یعنی اللے تللے کے ساتھ گھی کھانے کا زمانہ لالہ جی کے ساتھ گیا اب تو ہانڈی کو دیکھ لو اور گھی کی خوشبو سونگھ لو باقی رام رام۔

کہاوت ۱۳۴۳

سیکھ واکو دیجئے جاکو سکھ سہائے
سیکھ نہ دیجئے بادرا جو گھر بیئے کا جائے۔

مطلب: بے وقوف کو عقل مندی کی باتیں بتانا اپنا نقصان کرنے کے مترادف ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک بندر بارش میں بھیگتا ہوا ادھر ادھر پھر رہا تھا۔ آخر ایک کھجور کے درخت کے اوپر چڑھ گیا۔ جہاں ایک بیا اپنے گھونسلے میں بیٹھا بارش سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس نے بھیگتے ہوئے بندر کو دیکھا تو اس بطور نصیحت کہا کہ یا تجھے اللہ تعالیٰ نے انسان کی طرح ہاتھ پاؤں سب کچھ دیئے ہیں مگر تو نے اتنا بھی سلیقہ نہ سیکھا کہ اپنے لئے رہنے کے لئے کوئی ٹھکانہ بنالیتا اور بھیگنے سے بچ جاتا۔

بندر تو پہلے ہی غصے میں تھا۔ وہ بیے کا گھر نوچ کر پھینک دیا اور بیے سے کہا کہ اب میں دیکھتا ہوں تو بارش کا کیسے لطف اٹھاتا ہے۔ لے بارش میں تو بھی میری طرح بھیگ۔ اس کہاوت سے یہ نتیجہ نکلا کہ عقل مندی کی بات صرف اسے بتانی چاہیے جو اس پر عمل پیرا ہو سکے۔ جو شخص اس کے برعکس سوچے اسے عقلمندی کی باتیں بتاتا اپنا نقصان کرانے کے مترادف ہے۔

کہاوت ۱۳۴

شرم کی بہونت بھوکی مرے

مطلب: دلہن اپنی شرم کی وجہ سے بہت کم کھاتی ہے۔ اس طرح غیرت مند اور صاحب مروت کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ بے محل اور ضرورت سے زیادہ شرم تکلیف دہ ہوتی ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی دلہن جب اپنے سسرال پہنچی تو نئی دلہنوں کی طرح وہ بھی بہت کم کھاتی تھی۔ اس کی ساس بھی اتفاق سے کنجوس تھی۔ بچاری شرم دار بہو روزانہ کم کھاتی تو جی مسوس کر رہ جاتی۔ چند دن بعد اس کے دیور کی شادی ہوئی۔ آنے والی دیورانی بے تکلف اور دیدہ دلیر تھی وہ جب بھی کام کاج کے لئے باورچی خانے جاتی خوب ہی دودھ ملائی اڑاتی۔ ایک دن ساس نے اس بارے میں پوچھا تو بہو بولی، ''ہاں اماں میں کھاتی ہوں کھانے پینے میں کس بات کی شرم۔ شرم کی بہو نت بھوکی مرے۔ اب تو بڑی بہو کی بھی بن آئی اس نے بھی جی بھر کھانا شروع کر دیا اور ساس کو خاموش ہونا پڑا۔

کہاوت ۱۳۵

شیخ نے کچھوے کو بھی دغا دی۔

مطلب: جو شخص فطرتاً عیار اور ہوشیار ہوتا ہے وہ دغابازی سے نہیں چوکتا۔

کہانی:

ایک شیخ صاحب دریا کے کنارے کھڑے پار اترنے کی تدبیر سوچ رہے تھے کہ اتنے میں ایک کچھوا کنارے پر آیا اور شیخ جی سے کہا کہ آپ کس فکر میں کھڑے ہیں۔ شیخ بولے دریا پار جانا چاہتا ہوں۔ کچھوے نے کہا کہ اگر میں آپ کو پار پہنچا دوں تو آپ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ شیخ بولے میں تمہارے لئے ایک بکرا ذبح کر دوں گا تا کہ تم خوب پیٹ بھر کر گوشت کھا سکو۔ کچھوے نے کہا تو آیئے میری پشت پر سوار ہو جایئے۔ چنانچہ شیخ صاحب کچھوے کی پشت پر سوار ہو گئے۔ کچھوے نے ان کو دریا پار اتار دیا۔ کچھوے نے کہا لیجئے اب آپ اپنا وعدہ پورا کیجئے۔ شیخ جی نے اپنے سر میں سے ایک جوں نکال کر چٹ ناخن پر ماری اور چلے پھرتے نظر آئے۔

کہاوت ۱۳۶

شیر کا ایک ہی بھلا

مطلب: اچھوں کا ایک ہی کافی ہے یا اولاد اگر لائق اور نیک ہو تو ایک ہی بہت ہے۔

کہانی:

ایک مرتبہ جنگل کے درندوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ کون سا جانور ایک جھول میں سب سے زیادہ بچے دیتا ہے۔ وہ سب مل کر شیرنی کے پاس گئے اور اس سے پوچھا تو تم ایک جھول میں کتنے بچے دیتی ہون۔ شیرنی نے ہنس کر جواب دیا کہ میں تو ایک ہی بچہ دیتی ہوں شیر کا تو ایک ہی بھلا۔

کہاوت ۱۳۷

شیطان کا شیرہ

مطلب: جب کوئی شیطان ایسی نا معلوم حرکت کرے جو نساد عظیم کا باعث ہو۔

کہانی:

ایک دن کسی آدمی نے شیطان سے کہا کہ تم عجیب و غریب طریقے سے لوگوں کو گناہ اور فساد میں مبتلا کرتے ہو۔ شیطان بولا کہ لوگوں نے مجھے مفت میں بدنام کر رکھا ہے حالانکہ میں بالکل بے قصور ہوں اگر تمہیں یقین نہیں تو لو آؤ میرا کام دیکھو اور پھر انصاف کرو۔ یہ کہہ کر اس نے قریب میں واقع ایک حلوائی کی دکان سے شیرے کی انگلی بھر کر اس کی دکان کی دیوار پر لگا دی۔ شیطان نے جس جگہ شیرہ لگایا تھا وہاں بہت سی مکھیاں آ کر جمع ہو گئیں۔ان مکھیوں کو ہڑپ کرنے لے لئے ایک چھپکلی آ دھمکی۔حلوائی کی دکان پر اکثر ایک بلی موجود رہتی تھی۔ بلی نے چھپکلی کو پکڑنے کے لئے جست لگائی۔اسی وقت پروسی دکان دار کا کتا بلی کا دیکھ کر اس پر جھپٹ پڑا۔ اس گڑ بڑ میں حلوائی کی مٹھائی کے دو تین تھال بھی نیچے گر گئے۔اس پر حلوائی اور پڑوسی دکان دار میں تو تو میں میں ہونے لگی۔بس پھر کیا تھا کہ بازار میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔دونوں کے دوست اور حمایتی آپس میں بر سر پیکار ہو گئے۔مدتوں یہ عداوت ان دنوں کے خاندانوں میں چلتی رہی۔ شیطان بی جمالو کی طرح سے الگ کھڑا یہ سارا تماشا دیکھتا رہا۔

کہاوت ۱۳۸

ضرورت ایجاد کی ماں ہے

کہانی:

ایک چڑی مار روزانہ صرف پرندوں کا گوشت کھایا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے تمام پرند بجز ایک تیتر اور مرغ ختم ہو چکے تھے۔ اتفاق سے اس کا ایک دوست آ نکلا۔ اس نے کھانے کی فرمائش کی۔ لہذا دوت کی خاطر اس نے تیتر کو ذبح کرنا چاہا جسے وہ دوسرے تیتروں کے پکڑنے کے لئے کام میں لاتا تھا۔ جب وہ تیتر کو ذبح کرنے لگا تو تیتر نے التجا کرتے ہوئے اس سے کہا کہ اگر آپ نے مجھے ذبح کر دیا تو پھر آپ میرے بغیر دوسرے تیتروں کو کیونکر پکڑیں گے۔ کم وبیش یہی دلیل مرغ نے بھی دی۔ وہ بولا میں روزانہ پو پھٹتے ہی آپ کو جگا دیتا ہوں اور پرندوں کو پھانسنے کے لئے صبح کے وقت سے آگاہ کرتا ہون۔ صیاد بولا تم دونوں کہتے تو ٹھیک ہو لیکن اس وقت مجھے اور میرے دوست کو گوشت درکار ہے۔ ضرورت کا کوئی قانون نہیں ہے وہ تو ایجاد کی ماں ہے۔ اب تو تم دونوں کو ذبح ہونا ہی پڑے گا۔

کہاوت ۱۳۹

طویلے کی بلا بندر کے سر

مطلب: جیسے غریب کی جورو سب کی بابھی۔قصور کسی کا اور مارا کوئی جائے۔

کہانی:

بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ اگر طویلے میں بندر رکھا جائے تو طویلہ نظر بد اور آفت سماوی سے بچا رہتا ہے۔لہذا لوگ ایسا ہی کرنے لگے۔اسی وجہ سے یہ کہاوت بن گئی۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ گھوڑوں کو جب بوغمہ یا سلوتر کا مرض لاحق ہوتا ہے تو انکے خون کی روانی بند ہو کر پسینہ چھوٹ جاتا ہے۔اس مرض کا علاج جہاں گھوڑے کی فصد لینا ہے وہاں یہ بھی ہے کہ طویلے میں بندر کو لا کر رکھا جائے۔بندر میں یہ مرض قبول کرنے کی زیادہ صلاحیت ہے۔جب گھوڑے کا مرض بندر کو لاحق ہو جاتا ہے تو گھوڑا خود بخود اچھا ہو جاتا ہے۔

کہاوت ۱۴۰

مطلب: اگر خدا کو بہتری منظور ہوتی ہے تو دشمن ہی کے ذریعے بھلائی کرا دیتا ہے۔

کہانی:

روایت ہے کہ فرعون مصر جس کا نام تحیف تھا بنی اسرائیل کے بچے مروا ڈالتا تھا کیونکہ اس کو نجومیوں نے بتایا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہو گا جو اس کی سلطنت تباہ کر دے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی کے گھر میں اس کی بیوی آسیہ کے ہاتھوں پرورش کرایا۔ جنہوں نے بڑے ہو کر خدا کے ایماء اور مدد سے اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دلائی اور فرعون مع لشکر جرار دریائے نیل میں غرق ہوا۔

کہاوت ۱۴۱

غرور کا سر نیچا۔

مطلب: خدا مغروروں کو پسند نہیں کرتا۔

کہانی:

دو اصیل مرغ اپنی جائے رہائش پر بے تحاشا لڑ رہے تھے۔ آخر ان میں سے ایک نے دوسرے کو بھگا دیا۔ شکست خوردہ مرغ ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گیا اور فتح مند مرغ ایک دیوار پر جا بیٹھا۔ اسے اپنی فتح پر اس قدر غرور رہا کہ اپنے پروں کو پھڑ پھڑا کر بانگ دینے لگا۔ اتفاق سے اسی دیوار پر ایک عقاب بھی اڑ رہا تھا۔ اس نے جو مرغ کو دیکھا تو اپنے چنگل میں دبوچ کر اڑ گیا۔ شکست خوردہ مرغ فوراً اس جگہ پر قابض ہو گیا۔

کہاوت ۱۴۲

مطلب: جس کسی شخص کے ذمے ناحق کی کوئی کر لگ جائے۔

کہانی: کہتے ہیں کہ ایک قاضی جی کے مکان پر ان کے ایک دوست بیٹھے تھے۔ اتفاق سے اس وقت مونج کی ضرورت ہوئی۔ دوست نے کہا کہ میرے پاس موجود ہے جس قدر درکار ہو منگوالیں۔ چنانچہ ضرورت کے مطابق انہوں نے مونج بھیج دی۔ قاضی کے منشی نے اسے اپنے کھاتے میں درج کرلیا۔ ایک مدت بعد اس منصب پر دوسرا قاضی مامور ہوا۔ اسے بھی ایک دن مونج کی ضرورت ہوئی۔ دفتر سے معلوم ہوا کہ فلاں شخص سے مونج لی گئی تھی۔ چنانچہ دوبارہ اس آدمی کے گھر سے مونج منگوائی گئی۔ اس طرح ہمیشہ کے لئے اس مونج کا خرچ اس غریب پر پڑ گیا۔

کہاوت ۱۴۳

قانون گو کی کھوپڑی مری بھی دغا دے۔

مطلب: قانون گو بڑے چالاک ہوتے ہیں۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک مرحوم خاتون گو کی کھوپڑی کسی کھیت میں پڑی تھی۔ اتفاق سے ایک کسان وہاں ہل چلانے لگا تو کھوپڑی بولی کہ اس سال بارش نہیں ہوگی تم تخم ریزی نہ کرو۔ کسان نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ اس کی دیکھادیکھی گاؤں بھر میں کسی نے بھی بیج نہ بوئے۔ لیکن ہوا یہ کہ اس سال خوب بارش ہوئی۔ گاؤں کے دوسرے کسان نہال نہال ہو گئے اور یہ گاؤں قحط میں مبتلا ہو گیا۔ بعد میں لوگوں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ کھوپڑی ایک قانون گو کی تھی۔

کہاوت ۱۴۴

قدر عافیت کسے داند کہ بہ مصیبت گرفتار آید

کہانی:

ایک غلام بادشاہ کے ہمراہ کشتی سوار ہوا۔ چونکہ غلام نے اس سے پہلے کبھی دریا کا سفر نہیں کیا تھا لہذا اس نے رونا دھونا شروع کر دیا۔ اس کشتی میں ایک فلسفی بھی سوار تھا اس نے بادشاہ سے کہا کہ اگر بادشاہ سلامت اجازت دیں تو وہ اس غلام کو چپ کرائے اور اسے سبق سکھائے۔ بادشاہ نے فلسفی کو اجازت دے دی۔ فلسفی اٹھا اور چند مسافروں کی مدد سے غلام کو دریا میں پھینک دیا۔ جب دو چار غوطے کھا چکا تو بالوں سے پکڑ کر اسے دوبارہ کشتی میں سوار کرا دیا۔ اب اس غلام نے جان بچ جانے پر اللہ کا شکر ادا کیا اور پھر آرام سے کشی کے ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اے فلسفی اس میں کیا راز ہے؟

کہا اے بادشاہ سلامت قدر عافیت کسے داند کہ بے مصیبت گرفتار آید۔

ترجمہ: امن و عافیت کی قیمت وہی جانتا ہے جو کسی مصیبت میں گرفتار ہو۔

کہاوت ۱۴۵

کچھ بسنت کی بھی خبر ہے

مطلب: دنیا کے حالات سے خبردار کرنے لے لئے کہا جاتا ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک شخص کسی عورت پر عاشق ہوگیا۔اس نے اس عورت سے ملنے کی ہر ممکن تدبیر کی مگر توقع نہ ملنے کی وجہ سے وہ ناکامیاب رہا۔اس دوران بیمار پڑ گیا۔کسی طرح اس عورت کو بھی خبر ہوگئی اس نے پیغام بھیجا کہ بسنت قریب ہے فلاں دن فلاں مندر میں بسنت منانے جاؤں گی۔تم راستے میں فلاں درخت کے نیچے مجھے ملنا۔مرد نے جو یہ خبر سنی تو اس کی جان میں جان آ گئی۔ بسنت کے دن مقررہ جگہ پر پہنچ کر انتظار کرنے لگا۔عورت کی تصور میں محو تھا کہ وہ عورت موقع پا کر اس کے پاس پہنچی۔ دیکھا کہ وہ خیال یار غرق بے خبر سر جھکائے بیٹھا ہے۔ کچھ دیر تو عورت اس کا یہ عالم محویت اور بے خبری دیکھتی رہی۔ آخر اس نیاس کا شانہ ہلا کر کہا کچھ بسنت کی بھی خبر ہے۔ میں نے ملنے کا وعدہ کیا تھا میں آئی ہوں۔

کیا دیکھتا ہے خوشی سے ہے غیروں کے گھر بسنت
پھولی ہے یاں کچھ اور ہی اے بے خبر بسنت
(مومن)

کہاوت ۱۴۶

کچھ تم سمجھے کچھ ہم سمجھے

مطلب: جب دونوں طرف سے ہوشیاری اور چالاکی کا مظاہرہ ہو۔تو اس وقت یہ کہاوت بھی کہی جاتی ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک مسافر نے جس کے پاس بہت سارو پیہ تھا،سفر کرتے کرتے ایک سوار سے جواس کے قریب سے گزر رہا تھا کہا میاں ہمارا روپیہ تم رکھ لو۔سوار نے کہا کہ میاں کسی کی ایسی جوکھوں کی چیز نہیں رکھتا۔لیکن سوار جب کچھ دور آگے بڑھا تو اس کی نیت میں فرق آ گیا۔دل میں افسوس کرنے لگا کہ روپیہ لے کر بھاگ جاتا تو ٹھیک ہی رہتا۔ ساتھ ہی ساتھ اس مسافر کو خیال آیا کہ اگر سوار بھاگ جاتا میں کیا کر لیتا۔تھوڑی دور چل کر دونوں پھر ایک دوسرے سے ملے تو سوار بولا۔ اچھا لاؤ بھائی میں رکھ لوں۔ روپیہ رکھنے والا مسافر بولا میاں کچھ تم سمجھ کچھ ہم سمجھے۔وہ وقت گیا وہ بات گئی۔

کہاوت ۱۴۷

دال میں کچھ کالا کالا ہے۔

کہانی:

ایک سوداگر اپنی کسی ضرورت سے پردیس گیا وہاں اس نے اپنے کام کاج کے لئے ایک ملازم رکھا۔ تنخواہ کی بات چیت پر سوداگر نے کہا کہ کچھ دے دیں گے۔ جب سوداگر کا کام ختم ہوا تو وہ چلتے وقت ملازم کو کچھ روپے دے کر رخصت کرنے لگا۔ نوکر بولا کہ جب آپ نے مجھے نوکر رکھا تھا تو روپوں کا معاہدہ نہیں کیا تھا تو اب میں آپ سے وہی کچھ لوں گا۔ سوداگر نے کہا اچھا تم کل اسی وقت آنا۔ دوسرے دن نوکر کے آنے سے پہلے سوداگر نے کوزے میں دہی اور سیاہ مرچیں ڈال کر اسے طاق میں رکھ دیا۔ جب ملازم آیا تو کہا کہ طاق میں جو کچھ رکھا ہے وہ اٹھا کر لاؤ۔ ملازم نے تعمیل کی۔ سوداگر نے پوچھا بتاؤ اس میں کیا ہے؟ نوکر بولا دہی ہے اور دہی میں کچھ کالا کالا ہے۔ سوداگر نے کہا کہ جس کچھ کا ہم نے تمہیں دینے کا وعدہ کیا تھا یہ وہی کچھ ہے۔ جاؤ اسے لے لو اور ٹھنڈے ٹھنڈے گھر جاؤ۔

بال ہیں بکھرے بند ہیں ٹوٹے، ٹوٹا کان کا بالا ہے۔
ہم نے تو یاں تاڑ لیا، کچھ دال میں کالا کالا ہے۔

کہاوت ۱۴۸

کرتو کرنہیں تو خدا کے غضب سے ڈر

مطلب: جس کسی بے گناہ پر کوئی الزام لگایا جاتا ہے تو کہتے ہیں۔

کہانی:

کہتے ہیں ایک روز ایک شخص امیرانہ صورت بنائے ایک ملازم کے ہمراہ ایک بزاز کی دکان پر گیا۔ملازم کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ بھی تھا۔شخص مذکور نے بزاز سے کئی سو روپے کا کپڑا خریدا۔دکان دار سے کہا کہ میں اتفاق سے روپے لانا بھول گیا۔ پھر ملازم کی طرف مخاطب ہو کر بولا تم یہاں ٹھہرو میں گھر سے روپے لے کر ابھی آتا ہوں۔یہ کہہ کر وہ کپڑا لے کر چلا گیا۔بزاز مطمئن تھا کہ ملازم اور بچہ موجود ہے۔خریدار جلد ہی واپس آجائے گا۔تھوڑی دیر بعد ملازم نے بچے کو بزاز کی کان پر لٹا کر ایک کپڑا اٹھایا اور کہا کہ میں پانی پی کر ابھی آتا ہوں۔مگر وہ واپس نہ آیا۔ یہاں تک کہ شام ہونے لگی۔ اصل خریدار پہلے ہی غائب ہو چکا تھا۔بزاز کو فکر ہوئی۔اس نے بچے کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ مردہ ہے۔اب ت بزاز بہت حواس باختہ ہوا۔ابھی وہ اسی پریشانی میں تھا کہ وہ آدمی اور اس کا ملازم دونوں دکان پر آئے وار بچے کو مردہ پا کر بزاز پر بری طرح برسنے لگے۔آخرکار ایک ہزار روپے بزاز نے پیش کیئے تو یہ دونوں وہاں سے ٹلے۔ بزاز کہنے لگا کہ کرتو ڈرنہیں تو الخ۔

کہاوت ۱۴۹

کرگا چھوڑ تماشے جائے۔
ناحق چوٹ جولاہا کھائے۔

مطلب: جب اپنا کام چھوڑ کر کوئی شخص دوسرے کی ریس میں نقصان اٹھائے تو اس وقت یہ کہاوت کہی جاتی ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ شہر میں ایک جولاہا رہتا تھا۔ یہ شہر ایک ندی کے کنارے واقع تھا۔ بارش کی زیادتی سے ایک سال ندی میں باڑھ آ گئی۔ تو لوگ اس کا تماشا دیکھنے کے لئے جوق در جوق جانے لگے۔ جولاہے کے دوستوں نے اس سے کہا کہ تم بھی چل کر سیلاب کا تماشا دیکھو۔ جولاہے نے پہلے تو انکار کیا کہ کرگے پر تھان چڑھا ہوا ہے۔ میں کیسے جا سکتا ہوں۔ مگر دوستوں کے اصرار پر رضامند ہو گیا۔ راستے میں ایک مکان جو پھولا کھڑا تھا جب جولاہا اس مکان کے پاس سے گزرا تو وہ مکان اس پر آن پڑا۔ اور اس کی دیوار سے جولاہے کو کافی چوٹیں آئیں۔ اس کے یار دوست جو بالکل بچ گئے تھے اسے چارپائی پر ڈال کر قریب مرگ حالت میں گھر لے آئے۔ اسی وقت جولاہے کے کسی دوسرے دوست نے یہ کہا کہ کرگا چھوڑ تماشے جائے۔ ناحق چوٹ جولاہا کھائے۔ تب سے یہ فقرہ ضرب المثال بن گیا۔

کہاوت ۱۵۰

کس برتے پر تتا پانی

مطلب: اس کہاوت کا اطلاق اب ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو بغیر کسی بھروسے اور سہارے کے اور بلا سامان قوت و طاقت شیخی بگھارے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک نامرد کی شادی کسی خوبرو دوشیزہ سے ہو گئی۔ سہاگ رات وہ دلہن کے پاس نہ گیا۔ دلہن پر اس کی حقیقت آشکار ہو گئی۔ جب صبح ہوئی تو نامرد دلہا نے اپنے عیب چھپانے کے لئے اور اپنے دوستوں میں سرخروئی حاصل کرنے کے لئے حسب دستور گرم پانی طلب کیا۔ اس کی بیوی تو پہلے ہی جلی بھنی بیٹھی تھی اس نے فوراً بے ساختہ طنزیہ انداز میں کہہ دیا۔ ''کس برتے پر تتا پانی''

اس کے یار دوستوں کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے بھی اس نامرد پر یہ جملہ خوب چست کیا۔ تب سے یہ فقرہ مشہور ہو گیا۔

بوسے کی بھی شرمندہ نہیں دختر رز
کس برتے پر دے شیخ یہ تتا پانی۔

کہاوت ۱۵۱

کماویں میاں خان خاناں اڑائیں میاں فہیم

مطلب: سخی کی دولت سے ادنیٰ اور اعلیٰ سبھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

کہانی: عبدالرحیم خان خاناں کی ذاتی فیاضی اور سخاوت نے اس کے غلام مرزا فہیم کو بھی اس جیسا فیاض اور سخی بنا دیا تھا۔ فہیم اپنے آقا اور خان خانان کے مال و زر کا مختار کل تھا اور ادنیٰ و اعلیٰ سب کو اپنی سخاوت سے نوازتا تھا۔ اسی کے نام یہ مثل مشہور ہو گئی۔
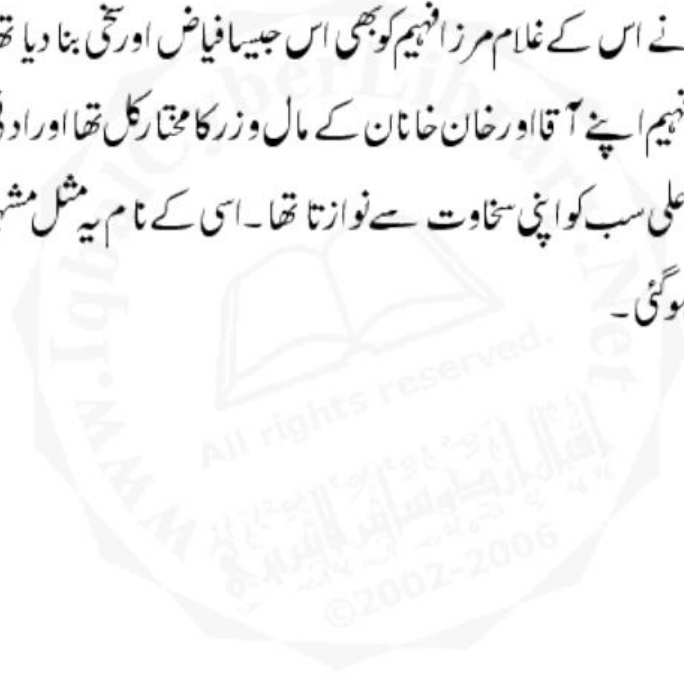
کہاوت ۱۵۲

کنوں بیچا ہے کنوئیں کا پانی نہیں بیچا

مطلب: لین دین یا فروخت میں بیہودہ شرط عائد کر کے تکرار کرنا۔

کہانی:

ایک آدمی نے کسی آدمی کے ہاتھ اپنا کنواں فروخت کر دیا۔ جب خریدار اس کنوئیں میں سے پانی نکالنے لگا تو کنواں بیچنے والا بولا کہ میاں میں نے تمہارے ہاتھ کنواں بیچا ہے کنوئیں کا پانی نہیں بیچا۔ آخر دونوں قاضی کے پاس گئے۔ قاضی نے کنواں فروخت کرنے والے سے کہا کہ تو نے کنواں فروخت کرنے سے پہلے اپنا پانی کیوں نہیں نکالا۔ اگر اپنی خیریت چاہتا ہے تو تمام پانی فوراً نکال اور کنواں اس کے حوالے کر۔ اب فروخت کرنے والا گھبرایا اور فوراً اپنی راضی نامہ داخل کر دیا۔

کہاوت ۱۵۳

کوئل بولے سہ بندی ڈولے

مطلب: برسات شروع ہوتے ہی سہ بندی کے ملازم علیحدہ کردیئے جاتے ہیں۔

کہانی:

کسی زمانے میں سہ بندی ملازمت کا دستور تھا۔کہا جاتا ہے کہ لکھنوء کی نواحی ریاستوں میں سہ بندی، مال گزاری وصول کرنے کے لئے صرف نو ماہ کے لئے تین روپے ماہوار پر تھے۔ یہ لوگ اول کسانوں سے میل جول پیدا کرتے ہیں جس کو وہ اپنی اصطلاح میں ''ربط'' کہتے تھے۔جب کھیتی پک کر تیار ہو جاتی تو اسے ''ضبط'' کر لیتے اور جو مزاحم ہوتا تو دھینگا مشتی کے ''خبط'' میں مبتلا ہو جاتے۔ ربط،ضبط اور خبط یہ تینوں اصطلاحات انہی سہ بندی ملازمین کی ایجاد کردہ ہیں۔

کہاوت ۱۵۴

کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھول گیا۔

مطلب: اگر ادنیٰ کسی اعلیٰ شخص کی روش اختیار کرے تو وہ خرابی اور رسوائی کا موجب ہوتا ہے۔

کہانی:

کہا جاتا ہے کہ برہپت دیوتا نے پرندوں کی ایک سلطنت قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے منادی کی کہ تمام پرند فلاں روز فلاں وقت میرے روبرو حاضر ہوں۔ ان میں سے جو سب سے زیادہ خوبصورت ہوگا اسے بادشاہ بنایا جائے گا۔ ایک کوے نے بادشاہت کے لالچ میں اپنی بدصورتی چھپانے کے لئے کہیں سے ہنس کے پر جمع کر کے اپنے جسم پر لگا لئے۔ جب تمام پرندوں کے ساتھ کوا دیوتا کے سامنے آیا تو سب سے زیادہ خوبصورت دکھائی دیتا تھا۔ دیوتا نے اسی کو بادشاہ بنانا تجویز کیا۔ پرندوں کو کوے کی اس چال پر بہت غصہ آیا۔ سب نے مل کر اس کوا اتنا نوچا کہ اس کے اصلی اور نقلی تمام پر زمین پر گر گئے۔ اب کو اا پنے اصلی اور نقلی دونوں روپ سے محروم ہو گیا اور اپنی حماقت پر بہت پچھتایا۔

عبث عدو کو ہے جرات کی ہمسری کا خیال
کہ بھولے اپنی بھی کوا چلے جو ہنس کی چال۔
(جرات)

کہاوت ۱۵۵

کہاں راجا بھوج کہاں گنگو تیلی ۔

مطلب: ادنیٰ کو اعلیٰ سے کیا نسبت ۔ کہاں ملک کا راجا اور کہاں تیل بیچنے والا ۔

کہانی:

روایت ہے کہ راجا بھوج پر ساڑھ ستی آئی تو وہ راج پاٹ چھوڑ کر فقیر بن کر ادھر ادھر پھرنے لگا۔ ایک دن یہ گردش کا مارا کسی رانی کے محل میں بیٹھا تھا کہ اچانک ایک کاٹ کی مورتی رانی کا ہار جو کھونٹی پر لٹکا ہوا تھا نگل گئی ۔ رانی نے راجا بھوج کو چور سمجھ کر راجا کے حوالے کر دیا۔ راجا نے بھوج کو زخمی کر کے محل کے باہر ڈال دیا۔ اتفاق سے اسی وقت گنگو تیلی وہاں آ نکلا۔ اس نے دیکھا کہ محل کے نیچے ایک آدمی کراہ رہا ہے۔ یہ تیلی بے اولاد تھا۔ اس نے سوچا کہ لاؤ اسی کو گھر لے چلوں ۔ چنانچہ وہ اسے اپنے گھر لے آیا۔ چند روز کی مرہم پٹم کے بعد بھوج اچھا ہو گیا تو تیلی نے اسے اپنا کولھو چلانے پر مقرر کر دیا۔ ایک رات بھوج کولہو چلاتے وقت دیپ راگ گا رہا تھا کہ عین اسی وقت راجا کی بیٹی نے اپنے محل کے چراغ گل کر دیئے لیکن تھوڑی ہی دیر بعد وہ پھر روشن ہو گئے ۔ رانی بر بار چراغ گل کراتی رہی لیکن وہ ہر بار روشن ہوتے رہے ۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ گنگو تیلی کے گھر میں کوئی آدمی دیپک راگ گا رہا ہے۔ یہ معلوم ہوا تو رانی کی بیٹی کے دل پر چوٹ لگی ۔ صبح کو راجا سے بضد ہو کر کہا کہ اس کی شادی کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ اسی روز شادی ہو گئی ۔ اب بھوج راجا

کے محل میں رہنے لگا۔ ازسر نو اس کو راج پاٹ نصیب ہوا۔ ادھر
اس کاٹ کی مورتی نے بھی کھایا ہوا ہار اگل دیا۔ اسی وقت سے یہ
مثل مشہور ہے۔

کہاوت ۱۵۶

کہوں تو ماں ماری جائے نہ کہوں تو باوا کتا کھائے۔

مطلب: جب کسی بات یا راز کو کہنے اور نہ کہنے میں ہر طرح خرابی ہو۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے تین چار دوستوں کی دعوت کی۔ اس کی بیوی انتہا درجے کی بخیل تھی۔ اس نے کفایت کے خیال سے محلے کا ایک چھوٹا سا کتا پکڑ کر اس کا قورمی اور کباب تیار کیے۔ مہمانوں کے آگے وہی کھانا رکھا گیا۔ شوہر بھی ان کے ساتھ شریک طعام تھا۔ اسکے لڑکے کو یہ سب حال معلوم تھا۔ جب اس سے نہ رہا گیا تو کہنے لگا کہ "کہوں تو ماں ماری جائے نہ کہوں تو باوا کتا کھائے"۔

کہاوت ۱۵۷

کھانے کو پہلے نہانے کو پیچھے۔

مطلب: محنت اور کام سے پہلے مزدوری طلب کرنا۔

کہانی:

ایک آدمی کی دو بیویاں تھیں۔ایک بالائی منزل میں رہتی تھی اور دوسری نیچے۔ایک رات جب ان دونوں کا خاوند کسی گاؤں میں گیا ہوا تھا ایک چور مکان میں داخل ہو کر اوپر جانے لگا۔پہلی بیوی نے جو نیچے رہتی تھی چور کو اپنا خاوند سمجھ کر ازراہ حسد اوپر جانے سے روکا لیکن چور موقعہ پا کر اوپر پہنچ گیا۔دوسری نے اپنی سوکن کی آواز سنی اور چور کو اسی کی طرح اپنا خاوند سمجھا۔اس نے بھی ازراہ حسد اس کو اوپر روکنا چاہا اور جب وہ نہ رکا اور بھاگنے لگا تو عورت نے چور کی داڑھی پکڑ لی اور اسے کھینچتے ہوئے اندر لا کر ایک کوٹھری میں بند کر دیا۔صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ تو چور ہے۔دونوں عورتوں نے اسے اہل محلّہ کے سامنے پیش کیا تو چور کہنے لگا۔ہاں جی۔میں واقعی چور ہوں اور تم نے مجھے جو چاہو سزا دو لیکن خدا کے واسطے مجھے دو عورتوں کا خاوند نہ بنانا کیونکہ رات میں اپنا حشر دیکھ چکا ہوں۔

کہاوت ۱۵۸

مطلب: فضول اور احمقانہ حرکت کرنا

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک مغل کے گھر میں تین چار بچے تھے ایک روز اس کی بیوی کھچڑی پکا رہی تھی۔ مغل صاحب گھی لینے کے لئے بازار گئے۔ ادھر گھر میں جب کھچڑی پکنے لگی تو ہانڈی میں کھدر بھدر ہونے لگی۔ بچوں نے ماں سے پوچھا کہ یہ کیسی آواز ہے۔ وہ بولی بیٹا مغل پٹھان لڑ رہے ہیں۔ جب مغل صاحب گھر میں واپس آئے تو بچے بولے کہ باوا جان آج تو ہمارے گھر میں مغل پٹھانوں کی خوب لڑائی ہوئی۔ مغل نے یہ سنتے ہی اپنی حماقت سے بیوی پر بد چلنی کا شبہ کیا۔ بیوی نے ہرچند یقین دلایا مگر صاحب کی بدگمانی دور نہ ہوئی۔ ایسے برہم ہوئے کہ آؤ دیکھا نہ تاؤ تلوار سونت کر بیوی کی گردن قلم کر دی۔ کئی روز بعد جب مغل خود کھچڑی پکانے لگا اور ہانڈی میں کھدر بدر ہونے لگی تو بچے پھر بولے کہ باوا آج مغل پٹھان پھر لڑ رہے ہیں۔ مغل یہ سن کر بچوں سے پوچھا کہ کیا اس روز بھی مغل پٹھان اسی طرح لڑ رہے تھے۔ بچوں نے کہا ہاں ہاں بالکل اسی طرح۔ اس وقت مغل اپنا سر پیٹ کر رہ گیا۔

اس مثل کا عنوان اسی روایتی کہانی کی روشنی میں تجویز کیا گیا ہے۔

کہاوت ۱۵۹

کھیل بتاشوں کا مہینہ

مطلب: یہ مثل اس وقت بولی جاتی ہے جب کوئی نامعقول عذر یا احمقانہ بات کہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک شیخ چلی کسی کا کچھ مال چرا کر لائے۔ اس کی ماں اپنے بیٹے کی حماقت سے واقف تھی۔ جانتی تھی کہ اگر پوچھ گچھ ہوئی تو وہ اپنی چوری کا اقرار کر لے گا۔ لہذا اس نے پہلے تو اس چوری کے مال کو چھپا دیا۔ پھر بازار سے کچھ کھیلیں اور بتاشے منگوا کر گھر کے صحن میں بکھیر دیئے۔ شیخ چلی سو کر اٹھے تو ماں بولی دیکھو بیٹا آج ہمارے گھر میں کھیلوں اور بتاشوں کا مینہ برسا ہے۔ کچھ دن بعد جب مال کی تحقیقات شروع ہوئی اور شیخ چلی سے پوچھا تو کہنے لگے ہاں جس روز ہمارے گھر میں کھیلوں بتاشوں کی بارش ہوئی اسی روز میں نے چوری کی تھی۔ تحقیق کرنے والے یہ بات سن کر بہت ہنسے اور اپنی راہ لی۔

کہاوت 160

☆ کھچڑی کھاتے پہنچا اترا ☆

مطلب انتہا سے زیادہ نازک جس کو ذرا سے کام میں بھی تکلیف محسوس ہوتی ہو۔

کہانی۔

کہتے ہیں کہ نواب بدل بیگ خاں کے دو بیٹے تھے۔عیسیٰ خیل اور موسیٰ خیل ۔دونوں پہلوان شہ زور اور بسیار خور تھے۔ان کے لیے مشہور تھا کہ بیس ،بیس سیر خوراک ایک وقت میں کھا جایا کرتے تھے۔ایک روز ان کے سامنے کھچڑی سے لبریز لگن رکھا ہوا تھا، کہ عیسیٰ خاں نے کھچڑی میں ہاتھ ڈالا۔چونکہ کھچڑی بہت گرم تھی ۔انہوں نے جو جھٹکا دے کر نکالا تو پہنچا اتر گیا۔

کہاوت ۱۶۱

گاجر کھا گجروٹا پھینکا، ماں ری ماں میرا ٹکٹک سہاگ بہوڑا۔

مطلب: کسی کی حقارت آمیز طرز عمل کو بھی بلحاظ مصلحت وقت اچھا تصور کرنا۔ گجروٹا۔ گاجر کے نیچے کی ہڈی دار پیندا۔ ٹک ٹک تھوڑا سا، سہاگ بہوڑا، شوہر واپس آیا۔

کہانی:

ایک شخص اپنی بیوی کی طرف مطلق متوجہ نہ تھا۔ وہ کبھی اس سے بات تک نہ کرتا۔ ایک دن اس نے گاجر کھا کر اس کا نچلا خراب حصہ بطور حقارت اپنی بیوی کی طرف پھینک دیا۔ عورت اپنے شوہر کے اس طرز عمل کو بھانپ تو گئی لیکن بظاہر اس نے حکمت عملی اور دوراندیشی سے یہ کہہ کر بات کو بدل دیا ماں ری ماں میرا ٹک ٹک سہاگ بہوڑا تا کہ شوہر اس سے منحرف نہ ہو۔

کہاوت ۱۶۲

گربہ کشتن روز اول

مطلب: اپنا رعب پہلے ہی دن سے قائم کرنا چاہیے۔

کہانی:

روایت ہے کہ پانچ شادی شدہ دوستوں نے اپنی اپنی بیوی کا مزاج اور خصلت بیان کرنا شروع کیا۔ اتفاق سے چار دوستوں کی بیویاں بدمزاج تھی۔ صرف ایک کی بیوی اپنے خاوند کی مطیع تھی۔ اس دوست سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ شادی کے اول ہی روز ہم میاں بیوی کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک بلی دستر خوان پر آ بیٹھی جو ہٹانے کے باوجود وہاں سے نہ اٹھی۔ میں نے فوراً اٹھ کر اسے مار ڈالا۔ میری بیوی میرے غصے کا یہ عالم دیکھ کر میرے رعب میں آ گئی اور مجھ سے خوف زدہ ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ روز اول سے میری مطیع ہے۔

کہاوت ۱۶۳

گنگا کو آنا تھا بھاگیرت کے سر جس ہوا،
گنگا کو جان ہار بھاگیرت کے سر پڑے

مطلب: امر جو ہونی شدنی تھا وہ از خود ہو گیا لیکن کامیابی کا سہرا مفت دوسروں کو مل گیا۔

سر جس: نمود، شہرت، ناموری۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ پنڈتوں نے راجا بھاگیرت سے کہا کہ تیرے بیٹے دوزخ میں جائیں گے۔ ہاں اگر تو گنگا جل لائے اور پنڈ پر چڑھائے تو وہ جنت میں جا سکتے ہیں۔ راجا نے بیٹوں کی مامتا میں عبادت شروع کی۔ بشن جی نے خوش ہو کر راجا کی مراد پوری کر دی لیکن زمین کانپی کہ اگر یہ دھار پڑی تو میں شق ہو جاؤں گی۔ لہذا اسے مہادیو نے اپنے سر پر لے لیا اور جٹا سے ایک قطرہ کنڈل یعنی کچکول میں ڈال کر بھاگیرت کو دیا۔ وہ سوروں کے ورے رکھ کر گھر گیا باجے تاشے کے ساتھ تجھے لے کر چلوں گا۔ اسی وقت ایک گڈریا اپنی ایک گائے کو جس کا نام گنگا تھا پکارتا ہوا آیا اس نے جان کہ بھاگیرت ہی بلاتا ہے۔ گنگا بہہ نکلی جب بھاگیرت آیا تو متفکر ہوا۔ اسی وقت آواز آئی کہ جب میرا بہاؤ سوروں کی طرف ہو گا تو تیرا کام ہو جائے گا۔ جب سے یہ کہاوت مشہور ہو گئی۔

کہاوت ۱۶۴

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔

مطلب: رازداں ہی نقصان پہنچانے کا باعث بنتے ہیں۔

کہانی:

لنکا کا راجا راون سیتا کو اٹھا کر لے گیا تھا۔ راجہ رام چندر جی کو جب سیتا جی کے اغوا کے متعلق پتہ چلا تو اس نے لنکا پر چڑھائی کی تا کہ سیتا جی کو راون کی قید سے رہائی دلا سکے۔ زمانہ جنگ میں راون کے بھائی وبھیشن سے رام چندر جی کو بہت مدد ملی وبھیشن ہمیشہ سے ایمان دار تھا۔ وہ زیادتی کرنے والوں کے خلاف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ راون سے بھی اکثر لڑتا جھگڑتا رہتا تھا۔ راون نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر اسے راج پاٹ کی تمام مراعات سے محروم کر دیا تھا۔ وبھیشن کیلاش آ گیا اور شیو جی کی ہدایت پر واپس آ کر اس نے رام چندر جی کا ساتھ دیا۔ اس نے رام چندر جی کو لنکا کا راجہ راون کے وہ تمام راز بتا دیئے۔ جن کے بغیر لنکا پر فتح حاصل کرنا نہایت مشکل تھا۔ لیکن جب یہ راز افشا ہوئے تو لنکا با آسانی فتح ہو گیا۔ راون کی شکست اور موت کے بعد لنکا کی حکومت رام چندر جی نے وبھیش کے حوالے کر دی تھی۔ اس وقت اس سے یہ کہاوت مشہور ہو گئی۔

دل کھوٹا ہے ہم کو اس سے رازِ عشق نہ کہنا تھا۔
گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے اتنا سمجھے رہنا تھا۔

کہاوت ۱۶۵

گھر میں آئی جورو ٹیڑھی پگڑی سیدھی ہوئے

مطلب: بیاہ ہو جانے کے بعد سارا بانکپن کافور ہو جاتا ہے یا شیخی غائب ہو جاتی ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک تیلی محلّہ در محلّہ پھر کی کھلی بیچا کرتا تھا۔ آدمی تھا نوجوان۔ بڑے کڑاکے دار آواز میں لگاتا ''لے لو کھلی نویلی کھلی''، عورتیں جو اس سے کھلی خرید اکرتی تھیں۔ انہوں نے اس کی عرفیت چیخو، مقرر کی تھی۔ ایک دفعہ وہ بہت دنوں کے بعد کھلی بیچنے نکلا مگر آج اس کی آواز میں وہ کڑاکا نہ تھا۔ بہت ہی کمزور آواز میں صدا لگا رہا تھا۔ محلے کی عورتوں نے اس سے کہا بھئی ہم تو چیخو سے کھلی لیا کرتے ہیں۔ وہ بولا بہنا میں وہی چیخو ہوں۔ عورتیں بولیں مگر تمہاری آواز میں تو وہ کراراپن نہیں ہے۔ کھلی والا بولا۔ بہن بات یہ ہے کہ کئی ماہ ہوئے میری شادی ہو گئی۔ میری بیوی نے میرے سارے کس بل نکال دیئے اب وہ آواز کہاں سے لاؤں۔ اس پر عورتوں نے قہقہہ لگا کر کہا ''گھر میں آئی جورو ٹیڑھی پگڑی سیدھی ہوئی''

کہاوت ۔ ۱۶۶

لالچ بری بلا ہے۔

مطلب: حرص سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں۔

کہانی:

لیلیٰ چنیسر بادشاہ کی ملکہ تھی۔ محل کی خادماؤں میں کنوروء اور اس کی ماں بحیثیت محل ہی میں رہتی تھیں۔ کنوروء کے پاس ایک نولکھا ہار تھا۔ لیلیٰ نے اس سے کہا کہ یہ ہار مجھے دے دو۔ وہ بولی اس شرط پر دے سکتی ہوں کہ چنیسر کو ایک رات کے لئے میرے پاس بھیج دو۔ لیلیٰ نے ہار لے کر چنیسر کو اس کے پاس بھیج دیا۔ بادشاہ نے لیلیٰ سے بدظن ہو کر کنوروء کو اپنی بیوی بنالیا۔ اس طرح لیلیٰ ہار کے لالچ میں بادشاہ سے محروم ہوگئی۔

کہاوت ۱٦۷

لکھے موسیٰ پڑھے خدا۔

مطلب: ایسا باریک یا بد خط جسے کوئی دوسرا نہ پڑھ سکے۔

موسیٰ (مو + سا)): یعنی بال کے مانند باریک

کہانی: ایک شخص کاتب سے اپنا خط لکھوانے گیا۔ کاتب نے کہا کہ اس وقت میرے پاؤں میں درد ہے۔ میں نہیں لکھ سکتا۔ سائل بولا پاؤں کے درد سے خط کا کیا تعلق ہے۔ درد تو پاؤں میں ہے خط ہاتھ سے لکھو گے۔ اس نے کہا بھائی اصل بات یہ ہے کہ میرا لکھا ہوا کوئی دوسرا نہیں پڑھ سکتا۔ پڑھنے کے لئے بھی مجھ ہی کو جانا پڑتا ہے۔

سبزہ خط اے خضر طریقیت رکھتا رسم الخط ہے خدا
خط بتاں ہے خط الہیٰ لکھے موسیٰ پڑھے خدا (ذوق)

کہاوت ۱۶۸

لوٹ کے موسل بھی بھلے

مطلب: مفت کی ادنیٰ چیز بھی اچھی ہے۔

موسل: اناج کوٹنے کا آلہ، سونٹا۔

کہانی:

نادرشاہ ایرانی نے جب دہلی میں قتل عام اور لوٹ کا حکم دیا تو اوباش غنڈوں نے بھی اپنے خوب ہاتھ رنگے۔ ایک بدمعاش کو کسی غریب کے گھر سے قیمتی اشیاء اور زر و جواہر تو نہ ملے مگر ایک چراغ اور موسل ہاتھ لگا۔ وہ یہ دونوں چیزیں لئے ہوئے اپنے گھر جا رہا تھا کہ راستے میں اس کا پڑوسی ملا۔ پڑوسی نے پوچھا کہ میاں اس افراتفری میں اتنا بھاری سامان لئے کہاں جا رہے ہو۔ وہ بولا کہ بھائی لوٹ کا چرخا اور موسل بھی بھلا۔

کہاوت ۱۶۹

لونئے کا لون گرا دونا ہوا تیلی کا تیل گرا اپنا ہوا۔

مطلب: ہر کام میں اگر ایک کو نفع ہو تو ضروری نہیں کہ دوسرے کو بھی نفع ہو۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک نمک کا بیوپاری نمک کا تھیل لئے جا رہا تھا۔ اتفاق سے وہ تھیل پھٹ گیا اور تمام نمک زمین پر گر گیا۔ اس نے گرا ہوا نمک آس پاس کی مٹی سمیت اکھٹا کر لیا اس طرح نمک کا وزن دوگنا ہو گیا۔ اس طرح اسے بجائے نقصان کے نفع ہوا۔ کسی تیلی کو بھی یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے قصداً اپنا تیل سے بھرا ہوا کپا گرا دیا تا کہ اس کو بھی دوگنا نفع حاصل ہو۔ لیکن جب وہ فروخت کرنے گیا تو اول تو تیل کا وزن مٹی ملنے سے کم ہو گیا تھا۔ دوسرے مٹی شامل ہونے کی وجہ سے تیل میلا اور خراب ہو گیا تھا اس لئے اس کو نفع کے عوض کافی نقصان ہوا۔ جب ہی سے یہ مثل مشہور ہوگئی۔

کہاوت ۱۷۰

لینا ایک نہ دینا دو

مطلب: نہ کسی ایک سے ایک لو نہ اس کو دو دینے پڑیں۔ حاصل نہ وصول، ناحق کی مصیبت۔

کہانی:

کسی امیر کے لڑکے کو کہیں سے ایک کچھوا ہاتھ لگ گیا۔ وہ اسے اپنے گھر میں لے آیا اور پانی کے ایک چھوٹے سے گڑھے میں ڈال دیا۔ جب اس کو شرارت سوجھی وہ اس پر پتھر وغیرہ مار کر اسے ستایا کرتا۔ غریب کچھوا بہت پریشان رہتا۔ ایک دن لڑکے کی عدم موجودگی میں لڑکے کے باپ نے ملازم سے کہا کہ اسے یہاں سے نکال کر دریا میں چھوڑ آؤ۔ ملازم اس کو لے گیا اور دریا میں ڈال کر بہت دیر تک اس کو پانی سے کھیلتے ہوئے دیکھتا رہا۔ ناگاہ وہی کچھوا پانی سے باہر نکلا اور ملازم کے سامنے پہنچ کر ایک موتی اس کے سامنے اگل دیا۔ ملازم کو لالچ آیا۔ اس نے کچھوے کو پکڑ کر کہا جب تک مجھ کو اس موتی کا ہم مثل دوسرا موتی نہ دیا تو میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا۔

کچھوے نے کہا تو یہ موتی مجھ کو واپس دے تا کہ میں اسی قسم کا دوسرا موتی ڈھونڈ کر دریا میں سے لاؤں۔ ملازم نے یہ سن کر کچھوے کو موتی واپس دے دیا اور دریا میں چھوڑ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ جب کچھوا دریا میں پہنچ گیا تو سر اٹھا کر کہنے لگا۔ نہ تمہیں ایک لینا اور نہ مجھے دو دینا جاؤ ہوا کھاؤ۔

ردوبدل کیا بوسہ دو

لینا ایک نہ دینا دو (شاد لکھنوی)

کہاوت ۱۷۱

مار کے آگے بھوت بھاگتا ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک آدمی کی بیوی بلا کی لڑاکی اور جنگجو تھی۔ روزانہ اپنے شوہر کو گالیاں دیتی اور مار پیٹ سے بھی کام لیتی۔ شوہر بیزار اور مجبور ہو کر گھر سے نکل گیا۔ عورت جو لڑنے اور مارنے کی عادی ہو گئی تھی بڑی بے چین رہنے لگی۔ آخر اب وہ اپنی بھڑاس نکالنے کے لئے ایک بیری کے درخت پر روزانہ جاتی اور درختو کو دھڑ ادھڑ جوتے مار کر واپس آجاتی۔ اتفاق سے اس درخت پر ایک جن رہتا تھا۔ وہ کئی دن تک عورت کی جوتیاں کھاتا رہا آخر اس نے بھی مجبور ہو کر وہ درخت چھوڑ کر جنگل کی رہ لی۔ اتفاق سے اسی جنگل میں اس جنگجو عورت کا شوہر بھی مل گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو اپنی اپنی بپتا سنائی۔ پھر آپس میں یہ طے پایا۔ جن نے کہا کہ میں فلاں بستی میں ایک مہاجن کی لڑکی پر مسلط ہوتا ہوں تو گھومتے پھرتے ادھر آنا اور اپنے آپ کو عامل جنات بتانا۔ میں تمہارے عمل کے بعد وہاں سے چلا جاؤں گا اور تم کو اس حیلے بہانے گزارے کے لئے کچھ رقم مل جائے گی مگر شرط یہ ہے کہ دوسری جگہ جہاں میں جاؤں وہاں اپنے اس عمل کو دوبارہ نہ کرنا ورنہ تمہاری خیر نہیں ہو گی۔ اس معاہدہ کے مطابق جن پہلے مہاجن کی لڑکی پر مسلط ہوا اور پھر مہاجن ک اگھر چھوڑ کر ایک شہزادی پر جا قبضہ جمایا۔ چونکہ اس شخص کے عمل اور

افسوں کی شہرت ہو چکی تھی لہذا اس کو طلب کیا گیا۔ ہر چند اس نے عذر و معذرت سے کام لیا مگر بادشاہ کا حکم اس کو ماننا پڑا۔ جب اس نے اپنا الٹا سیدھا عمل شروع کیا تو جن بولا کہ دوست تم اپنے وعدے سے پھر رہے ہو۔ عامل بولا مجھے اپنا وعدہ یاد ہے مگر میں تو تمہیں دراصل اطلاع کرنے آیا ہوں کہ شدہ شدہ میرے عمل اور افسوں کی میری ظالم جورو کو بھی خبر ہوگئی ہے۔ اس نے ہم دونوں کا پتا چلا لیا ہے۔ وہ اب آیا ہی چاہتی ہے لہذا تم یہاں سے جلد از جلد بھاگو اور میں بھی فرار ہوتا ہوں۔ عورت کا نام سنتے ہی جن بھی گھبرایا اور مار کے ڈر سے فرار ہو گیا۔ اس تدبیر سے اس شخص کی جان و آبرو بچ گئی اور شہزادی کو بھی جن کے چنگل سے نجات ملی۔ بادشاہ نے خوش ہو کر عامل کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔

کہاوت ۱۷۲

مطلب: وہ شخص جو مکر و فریب اور دغا بازی سے اپنا مدعا حاصل کرے۔

کہانی:

ایک مرتبہ ایک راجا نے اپنے سنار سے پوچھا کہ تمہارے کاروبار میں روپے میں کتنے آنے تمہارے ہوتے ہیں۔ سنار بولا حضور پورے سولہ آنے میرے ہوتے ہیں۔ راجا یہ سن کر چپ ہو گیا اور خفیہ طور پر اس کے کام کی نگرانی کرنے لگا۔ ایک دفعہ اس نے اسے سونے کی ایک مورتی بنانے کو دی۔ راجا نے بطور احتیاط سنار سے کہا کہ یہ مورتی تم ہمارے محل میں آکر بناؤں گے چنانچہ راجا کے حکم کے مطابق سنار نے راجا کے محل میں مورتی بنانی شروع کر دی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے گھر میں بھی سونے کی مورتی کے ہم مثل ایک پیتل کی مورتی تیار کرنے لگا۔ جب دونوں مورتیاں تیار ہو گئیں تو اس نے محل کے پہرے دار سے کہا اب اس مورتی کو اجالنے کے لئے کھٹائی میں ڈالنا باقی رہ گیا ہے کل کوئی دہی فروخت کرنے والی ادھر سے گزرے تو اس کو بلا لینا تا کہ میں اس کی مٹکی میں اس مورتی کو ڈال کر نکال لوں۔ ادھر سنار نے اپنی گھر والی سے کہا کہ کل تو دہی والی کے بھیس میں دہی بیچتی ہوئی محل کی طرف آنا۔ چنانچہ پہرے دار نے اس کو اندر بلا لیا۔ سنار نے سونے کی اصل مورتی کو تو دہی کی ہانڈی میں ڈال دیا اور گھر پر بنائی ہوئی پیتل کی مورتی کو دہی کی

مٹکی میں سے نکال لیا۔ بعد ازاں اسے اجال کر خدمت میں پیش کیا۔ راجا نے مورتی کو بہت پسند کیا۔ پھر سنار سے پوچھا کہو اس کام میں تم نے کیا کمایا۔ سنار بولا ان داتا وہی روپے میں سولہ آنے بلکہ کچھ اور زیادہ۔ راجا نے صرافوں کو بلا کر مورتی کو کسوایا تو معلوم ہوا کہ مورتی پیتل کی ہے۔ راج سنار کا قائل ہو گیا اور کہنے لگا واقعی ''سونا سنار کا ابھرن سنسار کا''۔

کہاوت ۱۷۳

مطلب: اپنی بانٹ کے ہٹ، اپنے جھوٹے قول کا پچ، بے جابات کی اڑ کرنا۔

کہانی: ایک باورچی بہت ہی بدنیت تھا۔ ایک روز اس کے آقا نے مرغ پکوایا تو اس کی ایک ٹانگ نکال کر کھا گیا۔ دستر خوان پر کھاتے وقت آقا نے پوچھا کہ دوسری ٹانگ کا کیا ہوا۔ باورچی بولا۔ وہ ایک ہی ٹانگ کی نسل کا مرغا تھا۔ ہرچند آقا نے اس کی بات کی تردید کی لیکن باورچی نہ مانا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور مرغ کہیں سے چگتا چگاتا ادھر آنکلا اور باورچی خانے کی کوڑی پر حسب عادت ایک ٹانگ اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ باورچی نے فوراً ہی اپنے مالک کو بلا کر کہا کہ دیکھ لیجئے یہ بھی ایک ہی ٹانگ کا مرغ ہے۔ آقا نے رومال ہلا کر اسے ہش ہش کیا تو وہ دونوں ٹانگوں سے بھاگا۔ آقا نے کہا اب اس کی دو ٹانگیں کیوں کر ہو گئیں۔ باورچی بولا اگر آپ بھی اس وقت ہش ہش کرتے تو اس مرغ کی بھی دو ٹانگیں ہو جاتیں۔

کہاوت ۱۷۴

ملا کی داڑھی تبرک ہی میں گئی۔

مطلب: بے فائدہ اور بے موقعہ خرچ ہونے کے موقع پر بولتے ہیں۔

کہانی:

ایک ملا کسی خاص تقریب میں مٹھائی تقسیم کر رہے تھے۔ کسی مسخرے نے تبرکاً ان کی داڑھی کا ایک بال لے کر احتیاط سے گرہ میں باندھ لیا۔ لوگوں نے سوچا کہ اس سے بڑھ کر تبرک اور کیا ہوگا چنانچہ سب نے اس طرح ایک ایک بال نوچ کر غریب ملا کی ڈاڑھی کا صفایا کر دیا۔

کہاوت ۱۷۵

من چنگا تو کٹھوتی میں گنگا

مطلب: اگر اعتقاد درست اور پکا ہو تو خدا ہر جگہ موجود ہے۔قدرت چاہے تو کوزے میں دریا سمو سکتی ہے۔کٹھوتی بمعنی کاٹھ کا برتن ۔ مراد پیالہ۔

کہانی:

اس مثل کا روایتی قصہ یوں ہے کہ ایک برہمن گنگا اشنان کے لئے جاتا تھا۔ راہ میں اس کا جوتا ٹوٹ گیا۔وہ اسے چمار کے پاس لے گاے۔چمار نے کہا کہ میں تمہارا جوتا اس شرط پر گانٹھوں گا کہ یہ کوڑیاں جو میں تم کو دے رہا ہوں جب گنگا ہاتھ پسارے تو تم اس کو دے دینا۔برہمن نے یہ شرط مان لی اور جوتا ٹھیک کرا کر گنگا پہنچا۔جونہی اس نے غوطہ لگایا تو اس کو اپنا وعدہ یاد آیا۔جب وہ کوڑیاں گنگا میں ڈالنے لگا تو پانی میں سے ایک ہاتھ نکلا اس نے وہ کوڑیاں لے کر اسے ایک جڑوا کنگن دے دیا۔ نہانے کے بعد جب برہمن چمار کے پاس پہنچا تو شہر کے راجا نے چمار سے کنگن چھین کر اپنی رانی کو دے دیا اور برہمن سے کہا کہ اس جیسا دوسرا کنگن لاؤ۔یہ سن کر برہم بولا کہ ’’من چنگا تو کٹھوتی میں گنگا‘‘ یہ کہہ کر اس نے اپنی کٹھوتی میں ہاتھ ڈالا تو فوراً ہی ایک دوسرا کنگن اور نکل آیا اس پر راجا برہمن کا معتقد ہو گیا اور برہمن نے بڑی شہرت پائی۔

کہاوت ۱۷۶

منہ میں زبان حلال ہے۔

مطلب: حق گو اگر اعلان حق کے لئے تلخ و ترش کلمات سے کام لیتا ہے تو وہ حق بجانب ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک حکیم کا نہایت بدصورت اور کوزہ پشت ایک غلام تھا۔ اس کی زبان میں بھی لکنت تھی ۔ ایک دن حکیم نے دوستوں کو دعوت دی اور غلام سے عمدہ اور لذیذ کھانوں کی فرمائش کی۔ جب دستر خوان آراستہ ہوا تو حکیم نے دیکھا کہ دستر خوان کی تمام رکابیوں میں بجز زبان اور کوئی شے نہیں ہے۔ حکیم نے برہم ہو کر وجہ دریافت کی تو غلام بولا۔ خداوند نعمت میں نے تو حضور ہی کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ سارے جسم میں زبان سے بہتر کوئی شے نہیں ۔ زبان رونق بزم کا سامان ہے۔ زبان رموز علم کی کلید ہے، زبان اظہار دلائل کا ذریعہ ہے۔ زبان ہی کے ذریعے خدا کی حمد و ثنا بیان کی جاتی ہے۔ زبان ہی سے بادشاہی احکام جاری ہوتے ہیں ۔ غرض اس سے بہتر دنیا میں کوئی شے نہیں۔ الغرض زبان حلال ہے۔

منہ میں زباں حلا ل ہے سوچو کہا تھا کیا
تم پھر گئے قرار سے میں تو پھرا نہیں (حیا)

کہاوت ۱۷۷

مونچھوں پر تاؤ دینا

مطلب: خواہ مخواہ شیخی جتانا۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک شیخ صاحب کو مونچھوں پر تاؤ دینے کی عادت تھی۔ ان کے پڑوس میں ایک پٹھان بھی رہتا تھا۔ ایک دن شیخ صاحب مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے گھر سے نکلے تو اس پٹھان سے آمنا سامنا ہو گیا۔ پٹھان نے شیخ صاحب کی اس حرکت کو اپنے خلاف جنگ کا پیغام سمجھا۔ چنانچہ پٹھان نے شیخ صاحب کو روک کر للکارا اور مقابلے کی دعوت دے کر کہا جو زندہ رہے گا وہی مونچھوں پر تاؤ دے سکتا ہے۔ شیخ بولا اچھی بات ہے لیکن ایسا کرو پہلے تو اپنے بال بچوں کو قتل کر آؤ اور میں اپنے بال بچوں کو قتل کر آتا ہوں تا کہ ہمارے بعد کوئی رونے والا باقی نہ رہے پھر ہم تم دونوں ایک دوسرے سے نپٹ لیں گے۔ پٹھان بولا ٹھیک ہے۔ یہ کہہ کر پٹھان اپنے گھر گیا اور اپنے زن و فرزند کو قتل کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد شیخ بھی برآمد ہوا۔ چند اہل محلّہ بھی جمع ہو گئے۔ اہل محلّہ نے دونوں سے رنجش اور مقابلہ کی وجہ دریافت کی۔ پٹھان بولا کہ شیخ نے مجھے دیکھ کر اپنی مونچھوں کو تاؤ کیوں دیا۔ یہ سن کر شیخ بولا کہ خاں صاحب اگر وجہ دشمنی صرف اتنی ہے تو لو میں اپنی مونچھوں کو نیچے کئے لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی مونچھوں کو سیدھا کر کے نیچے گرا دیا اور کہا لو خان صاحب تم ہی خوش رہو۔

کہاوت ۱۷۸

میرا بیل منطق نہیں پڑھا۔

مطلب: کامی آدمی صرف اپنے کام سے غرض رکھتا ہے۔ وہ فضول باتوں میں اپنا وقت نہیں گنواتا۔

کہانی:

ایک تیلی سے کسی منطقی نے پوچھا کہ تم نے اپنے بیل کے گلے میں گھنٹ کیوں ڈال رکھی ہے۔ تیلی نے جواب دیا کہ گھنٹی بجتی رہتی ہے تو خواہ میں اس کے پاس ہوں یا کہیں اور مجھے یہ معلوم رہتا ہے کہ بیل برابر چل رہا ہے۔ منطقی نے کہا کہ اگر وہ کھڑا رہے اور گردن ہلاتا رہے تو گھنٹی تو جب بھی بجتی رہے گی۔ تیلی بولا میرے بیل نے منطق نہیں پڑھی۔

کہاوت ۱۷۹

میو مرا جانیئے جب وا کا تیجا ہوا

مطلب: بد ذات کو معدوم ہو جائے پھر بھی اس کی شرارت کا اندیشہ رہتا ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ کسی بنئے کا ایک میو مقروض تھا کہ اسے میو کے مرنے کی خبر ملی۔ بنیا اپنے اطمینان کی خاطر میو کی میت کے ساتھ قبرستان تک گیا۔ میو کو اس کے سامنے دفن کر دیا گیا لیکن جب بنیا چلا گیا تو میو کے اقربا نے میو کو قبر سے باہر نکال لیا۔ دو تین دن بعد بنئے نے پھر اسی میو کو زندہ دیکھا تو بولا کہ میو مرا جب جانیئے جب وا کا تیجا ہوئے۔

کہاوت ۱۸۰

نادان دوست سے دانا دشمن بھلا

مطلب: عاقل کی عداوت احمق کی دوستی سے بہتر ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے ایک بندر پال رکھا تھا۔ وہ سدھ سدھا کر اس قدر رام اور مطیع ہو گیا تھا کہ تمام رات ہاتھ میں کٹار لئے بادشاہ کے سرہانے پہرا دیا کرتا۔ ایک رات ایک چور موقعہ پا کر بادشاہ کی خواب گاہ میں داخل ہوا لیکن بندر ہوشیار اور بیدار دیکھ کر اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ اتفاق سے اسی وقت بادشاہ کے سینے پر چیونٹیوں کا ایک گچھا چھت سے آ کر گرا۔ بادشاہ نے سوتے میں ان پر ہاتھ مارا۔ تمام چونٹیاں بادشاہ کے سینے پر بکھر گئیں۔ بندر چونٹیوں کی اس بے ادبی پر برہم ہو کر چاہتا تھا کہ ان پر کٹار سے حملہ کرے۔ چور نے بندر کا یہ ارادہ بھانپ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بندر نے چیخنا شروع کیا۔ اس کی آواز سن کر بادشاہ بیدار ہو گیا اور پوچھا کہ تم کون ہو۔ چور نے نڈر ہو کر اپنے چور ہونے کا اقرار کرتے ہوئے تمام ماجرا بادشاہ سے بیان کیا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر کہا ''اس نادان دوست سے تو دانا دشمن بھلا''

۔

کہاوت ۱۸۱

نادان دوستی، جی کا زیاں

کہانی:

ایک شخص نے ریچھ پال رکھا تھا، اسکے دوستوں نے اسے کئی بار سمجھایا کہ اس وحشی اور جاہل درندے سے تمہیں کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ تم اسے اپنے گھر سے نکال دو۔ لیکن وہ کسی کی ایک نہ سنتا اور کہتا کہ یہ بڑا عقل مند جانور ہے۔ اس کے بڑے فائدے ہیں۔ میری چوکیداری کرتا ہے۔ میری خاطر شیر سے الجھ پڑتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ شخص سو رہا تھا۔ ریچھ پاس بیٹھا پنکھا جھل رہا تھا۔ ایک مکھی بار بار اس کے منہ پر آ بیٹھتی۔ ریچھ بار بار اسے اڑاتا جب وہ مکھی باز نہ آئی تو ریچھ کو بہت غصہ آیا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر ایک وزنی سل کہیں سے لے آیا اور مکھی کا انتظار کرنے لگا جونہی مکھی آئی اور مالک کے منہ پر آ بیٹھی تو ریچھ نے پوری طاقت سے وہ سل اس کے منہ پر دے ماری۔ جس کے نتیجے میں مکھی تو مر گئی مگر اس کے آقا کا بھیجا بھی نکل گیا۔

کسی نے سچ کہا ہے کہ بیوقوف کی دوستی تو یا ریچھ سے دوستی ہے۔

فائدہ کیا سوچ آخر تو بھی دانا ہے اسد
دوستی نادان کی جی کا زیاں ہو جائے گا۔

کہاوت ۱۸۲

ناؤ میں خاک کیوں اڑاتے ہو۔

مطلب: صریح جھوٹ بولنا یا کسی کو سزا دینے کے لئے اہتمام لگانا۔

کہانی:

ایک ناؤ میں ایک بھیڑیا اور ایک بکری کا بچہ دونوں سوار تھے۔ بکری کے بچے کو دیکھ کر بھیڑیئے کے منہ میں پانی بھر آیا۔ لیکن کوئی حیلہ کھانے کا نہ ملتا تھا۔ بالآخر بھیڑیئے نے بچے سے کہا کیوں رے تو ناؤ میں خاک کیوں اڑا رہا ہے۔ بچہ سہم کر بولا ناؤ میں خاک دھول کا کیا کام؟ ہاں اگر آپ کو مجھے کھانا ہی مقصود ہے تو کھالو، حیلے بہانے کی کیا ضرورت ہے۔ بھیڑیا بولا کہ میں بغیر ناشتے کے نہیں رہ سکتا۔ یہ کہہ کر اس نے بکری کے بچے کو پھاڑ کھایا۔

کہاوت ۱۸۳

نٹ بدیا پائی جائے جٹ بدیا نہ پائی جائے۔

مطلب: نٹ کے کرتب سب کو نظر آتے ہیں جٹ یعنی جاٹ کی چالاکی کی محسوس نہیں ہوتی۔

کہانی:

مشہور ہے کہ ایک راجہ نے اپنی راج دہانی کی ہار جیت ایک نٹ کی لڑکی سے اس شرط پر ٹھہری کہ وہ اپنے کرتب سے اپنے مقابل کو شکست دے دے۔ چنانچہ اس نٹ کی لڑکی کا مقابلہ ایک جاٹ سے ہوا۔لڑکی نے جادو کی ایک رسی بانس پر چڑھنے کے لئے پھینکی لیکن اس سے قبل کہ لڑکی رسی کے ذریعے بانس پر چڑھے جاٹ نے نہایت پھرتی سے اس رسی کو اپنے قبضے میں کرلیا اور اس کے سہارے بانس پر چڑھ گیا۔چونکہ جادو کہ یہ رسی لڑکی کے ہاتھ سے نکل چکی تھی اور لڑکی اپنا کرتب دکھانے سے معذور ہو چکی تھی لہذا لڑکی نے اپنی ہار مان لی۔جاٹ کی عقل نٹنی کی عقل سے زیادہ کارگر ثابت ہوئی اور جاتی ہوئی سلطنت بادشاہ کے پاس رہ گئی۔جاٹ کو انعام و اکرام سے نوازا گیا۔

کہاوت ۱۸۴

نماز کو گئے روزے گلے پڑے۔

مطلب: ایک آفت سے بچنے کی فکر میں تھے کہ دوسری مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ امید ہے کہ برخلاف نئی بات ظہور میں آئی۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک نمازی کسی مولوی کے پاس گیا اور کہا کہ اللہ سے ہماری نماز معاف کرا دو، اس میں بہت وقت خرچ ہوتا ہے۔ مولوی نے جواب دیا کہ میاں نماز میں بڑی برکت ہے یہ جہنم کی آگ سے بچاتی ہے۔ تم صرف نماز ہی نہیں روزے بھی رکھا کرو تا کہ تمہاری نجات میں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔

گئے تھے روزے چھڑانے گلے پڑی ہے نماز

گھرے ہیں مسجدوں میں بادہ خوار عید کے دن

کہاوت ۱۸۵

نمازی کا ٹکا

مطلب: اچھے برے عمل کا پھل ایک نہ ایک دن ضرور ملے گا۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک شریر لڑکا نماز پڑھتے ہوئے لوگوں کی ٹانگیں گھسیٹ لیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے ایک نمازی کی ٹانگ گھسیٹی تو نمازی نے اسے برا بھلا کہنے کے بجائے سلام پھیر کر چپکے سے ایک ٹکا اس کے حوالے کر دیا۔لڑکے نے دل میں کہا بہت خوب اتفاق سے اس دن اس نے ایک پٹھان کی ٹانگ گھسیٹی۔ پٹھان نے سلام پھیرتے ہوئے آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنی تلوار سے ایک ہی ہاتھ میں اس کی گردن اڑا دی۔

کہاوت ۱۸۶

ننانوے کے پھر میں پڑنا

مطلب: دولت کی ہوس میں مبتلا ہو کر نقصان اٹھانا

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک آدمی اور اس کی بیوی دونوں کنجوس تھے۔آمدنی ہونے کے باوجود دو چار آنے روز سے زیادہ خرچ نہ کرتے تھے۔ان کے پڑوس میں ایک امیر عورت بھی رہتی تھی۔ اس نے اس خیال سے کہ میرے ہمسائے شاید غریب ہیں اس لئے روکھی سوکھی کھا کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ کیوں نہ ان کی غائبانہ مدد کروں۔ یہ سوچ کر اس نے ایک تھیلی میں 99/- روپے رکھ کر اسے ان کے گھر میں پھینک دیا۔میاں بیوی یہ تھیلی پا کر بہت خوش ہوئے۔اب انہوں نے چار آنے روز کا خرچ گھٹا کر تین آنے کر دیا یہاں تک کہ وہ 99/- روپے سو کی رقم بن گئے۔اب ان کی ہوس اتنی بڑھی کہ کسی طرح یہ سو روپے کی رقم دو سو روپے کی رقم بن جائے۔ اس لالچ میں انہوں نے کھانا پینا ترک کر دیا۔انجام کار اسی ننانولے کے پھیر میں دونوں میاں بیوی مر گئے۔

ہے مثل وہ آگیا ننانوے کے پھیر میں
بن گیا قارون کا خود آپ بچہ بد نصیب
ننانوے کے پھیر میں یا رب کوئی نہ آئے
ہوتی ہے خلق اس کے سبب بیشتر حریص
(معروف)

کہاوت ۱۸۷

نہ بولتا نہ مارا جاتا

مطلب: بے محل بات گرفت میں آتی ہے۔ اس سے بہتر خاموش رہنا ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ کا انتقال ہوا اور اس کا شہزادہ اس کی جگہ بادشاہ بنا تو اس نے اپنے باپ کے وزیر سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے اور مجھ میں جو عیب ہوں وہ بتایئے۔ وزیر نے کہا کہ خاموش رہنا سودمند ہوتا ہے اور جو بولتا ہو وہ مارا جاتا ہے۔ شہزادہ یہ بات سن کر چپ ہو گیا۔ ایک دن شہزادہ وزیر کے ہمراہ شکار کھیل رہا تھا۔ قریب کی ایک جھاڑی سے ایک تیتر بولا۔ شہزادے نے فوراً اس کی آواز پر بندوق سر کی۔ تیتر شکار ہو گیا۔ اس وقت وزیر نے بے ساختہ کہا۔ ''کم بخت نہ بولتا نہ مارا جاتا''

۔

کہاوت ۱۸۸

نیکی بر ناد گناہ لازم

کہانی:

روایت ہے کہ سنمار عرب میں وہ شخص تھا جس نے ایک عظیم عمارت تعمیر کی تھی۔ جب عمارت تیار ہو گئی تو نعمان بن امراء القیس نے محض اس خیال سے کہ سنمار کسی اور کے لئے ایسی ہی دوسری عمارت تیار نہ کر دے سنمار کو اسی عمارت سے نیچے گرا کر ہلاک کر دیا گیا۔

صفحہ ۱۱۴ یہاں سے شروع ہوتا ہے

کہاوت ۱۸۹

☆ نیکی کر دریا میں ڈال ☆

مطلب:۔ نیکی کر کے بھول جانا چاہئے۔ احسان جتانا ٹھیک نہیں۔ احسان کا صلہ خدا سے ملتا ہے۔

کہانی:۔

ایک راہزن رات کو مسافروں کو لوٹتا اور دن میں مزدوری کرتا۔ روزانہ دو روٹیاں خدا کے نام دریا میں بھی ڈال آتا تھا۔۔ وہ ایک مدت تک یہی کرتا رہا۔ ایک دفعہ ایسا بیمار پڑا کہ قریب المرگ ہو گیا۔ عالم بے ہوشی میں تھا کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اسے دوزخ کی جانب اشارہ کر کے کہہ رہا ہے کہ یہ تیرا مقام ہے قریب تھا کہ وہ دوزخ میں جھونک دے کہ اچانک دو فرشتے بصورت انسان اس کے سامنے آئے اور اس شخص سے کہا کہ یہ تو جنتی ہے چنانچہ فرشتے اس کو جنت میں لے گئے۔ وہاں ایک بزرگ نے اس فرشتوں سے کہا کہ تم اس کو ابھی سے یہاں کیوں لے آئے۔ اسے تو ابھی دو سو برس تک دنیا میں رہنا ہے۔ البتہ اس کا ہم نام ایک اور شخص دنیا میں ہے اس کو یہاں لے آؤ۔ یہ سن کر ان دونوں فرشتوں نے اس کو دنیا میں لے جا کر چھوڑ دیا۔ چلتے وقت اس سے کہا کہ ہم تیری وہی دو روٹیاں ہیں جو تو ہر روز خدا کی راہ میں دریا میں ڈالا کرتا تھا۔

راہزن جب حالت خواب سے ہوش میں آیا تو اپنے اعمال بد سے توبہ کی اور جونہی صبح ہوئی اس نے حسب معمول دو

روٹیاں دریا میں ڈال دیں۔ یکا یک دریا سے دوسو روپے برآمد ہوئے۔ راہزن نے شہر میں منادی کی جس کے روپے دریا میں گر گئے ہوں وہ مجھ سے آ کر لے جائے۔ کوئی آدمی نہ آیا۔ دوسرے دن جب وہ روٹیاں ڈالنے دریا پر گیا تو کل کی طرح دو سو روپے پھر درآمد ہوئے۔ اس نے ان روپوں کو بھی اپنے پاس رکھ لیا۔ رات کو اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اس سے کہہ رہا ہے کہ اے بندہ خدا تیری یہ دو روٹیاں تیری شفیع اور مددگار ہوئی ہیں۔ خدا نے اپنے خزانہ غیب سے تیرا یہ روزینہ مقرر کیا ہے۔ تو اس میں سے کچھ راہ خدا میں صرف کر اور باقی سے اپنا گزارا کر۔ صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ سجدہ شکر بجالایا اور ایک عالی شان عمارت تعمیر کر کے اس کے دروازے پر کتبہ لگوایا "کہ نیکی کر دریا میں ڈال"۔

کہاوت ۱۹۰

☆واہ پیر علیا پکائی تھی کھیر ہو گیا دلیا☆

مطلب:۔کیا کام کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ بنا بنایا کام بگڑ گیا۔

کہانی

کہتے ہیں کہ علیا نامی ایک بزرگ شہر ہانسی میں مقیم تھے۔ ایک دن بھوک کی حالت میں ایک عورت کے مکان پر جا کھڑے ہوئے جو اس وقت کھیر پکا رہی تھی۔ انہوں نے پوچھا مائی کیا پکا رہی ہے۔ عورت نے اس خیال سے کہ کہیں مانگ نہ لیں۔جھوٹ بول دیا کہ سائیں میں تو دلیا پکا رہی ہوں۔ پس وہ چلے گئے۔ اس عورت نے دیگچے میں جو چینی گھولی تو کھیر کا دلیا ہو گیا۔پس اس وقت اس عورت کی زبان سے بے ساختہ یہ فقرہ نکلا۔'' واہ پیر علیا پکائی تھی کھیر ہو گیا دلیا۔''

کہاوت نمبر ۱۹۱

وارمرداں خالی نہ باشد

مطلب: مردوں کا وار کبھی خالی نہیں جاتا مردوں کی بات بے اثر نہیں ہوتی۔

کہانی:۔

اس مثل کے متعلق یہ حکایت زبان زدعام ہے کہ حضرت امیر خسروؒ نے حضرت نظامی گنجویؒ کی تصانیف کے مقابلے میں بہت کچھ لکھا اور یہ شعر فخر یہ آپ کی قبر پر جا کر پڑھا:۔

دبدبہ خسرویم شد بلند
غلغلہ درگور نظامی فگند

کہا جاتا ہے کہ اس شعر پر حضرت نظامی کی قبر شق ہوئی اور اس میں سے ایک تلوار برہنہ نکلی تا کہ حضرت خسروؒ کا کام تمام کردے لیکن معاً حضرت خسروؒ کے پیر حضرت نظام الدین اولیاؒ کی صورت میں نمودار ہوئی، اس ہیولے نے حضرت خسرو کو اپنی بغل میں لے لیا اور اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ اس وقت تلوار سے ”وارمرداں خالی نہ باشد“ کی صدا سنائی دی۔ حضرت سلطان جیؒ کی آستین کٹ گئی۔ ایک مدت تک حضرت کے مریدان باصفا کی ایک آستین دوسری آستین سے چھوٹی رہی۔

کہاوت ۱۹۲

وقت ایک سا نہیں رہتا

مطلب: وقت کبھی یکساں نہیں رہتا۔ غریب دولت مند اور شہسوار پیدل ہو سکتا ہے۔

کہانی:۔

ایک بادشاہ نے کسی کامل فقیر سے پوچھا کہ خدا کیا کام کرتا ہے۔ فقیر بولا میرے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل میں چلو وہاں جواب دوں گا۔ جب بادشادہ جنگل میں پہنچ گیا تو فقیر بولا کہ اب تم نیچے آ جاؤ اور میں گھوڑے پر سوار ہوتا ہوں۔ جب فقیر گھوڑے پر سوار ہو گیا تو بادشاہ سے بولا کہ پہلے تم گھوڑے پر سوار تھے اور اب میں سوار ہوں۔ پہلے تم اس کے مالک تھے اب میں مالک ہوں۔ جیسے چاہے شہسوار بنا دے اور جسے چاہے پیادہ پا کر دے۔

کہاوت ۱۹۳

☆وہ پانی ملتان گیا☆

مطلب:۔قصہ ہی ختم ہو گیا ہے اب وہ بات باقی نہیں رہی۔

کہانی:۔

اس مثل کی روایتی کہانی کچھ یوں ہے کہ گورکھناتھ ایک بھگت نے اپنی پیاس دور کرنے کے لیے ایک چمار ریئی داس سے پانی طلب کیا مگر پھر اس خیال سے کہ ریئی داس میری طرح ایک بھگت سہی مگر ہے تو ذات کا چمار۔وہ داس سے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد پانی کو اپنے تو نبے میں بھر کر وہاں سے کبیر کے پاس آیا۔باتوں کے دوران کبیر صاحب کی لڑکی نے ناتھ کے تونبے کو اٹھا کر پانی پی لیا۔پانی پینا تھا کہ اس پر قدرت کے اسرار و رموز منکشف ہو گئے۔ناتھ یہ دیکھ کر بہت نادم ہوا۔وہ دوبارہ داس کے پاس آیا۔داس اپنے گیان کے بل پر اس واقعہ سے آگاہ ہو چکا تھا کہ ناتھ نے اپنے برہمن ہونے کے غرور میں اس کا پانی نہیں پیا تھا۔داس نے دوبارہ پانی دینے کے بجائے اس کو یہ دوہا سنایا۔

پیا دے تھے جب پیا نہیں تب تم نے بھی ابھمان کیا
بھولا جوگی پھرے دوانہ وہ پانی تو ملتان گیا
پنجاب میں بھی وہ رہی آب وتاب حسن
اے ذوق پانی اب تو وہ ملتان بہہ گیا

کہاوت ۱۹۴

☆وہ دن گئے جب خلیل خان فاختہ اڑایا کرتے تھے☆

مطلب:۔خوش اقبالی کا زمانہ گیا اب ادبا ء کا دور دورہ ہے۔

کہانی:

کہتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ آزادی سے قبل دلی میں ایک امیر خلیل نامی رہا کرتے تھے۔ یے بخیل اور کنجوس تھے کہ کوئی نہار منہ ان کا نام لینا بھی پسند نہ کرتا تھا۔ ان کو پے در پے شادیاں کرنے کا بڑا چسکا تھا۔ امارت کی وجہ سے چٹ منگنی پٹ بیاہ ہو جاتا تھا لیکن ان کے بخل اور بدمزاجی کی وجہ سے کسی کی بیوی کی ان سے نہ بنتی تھی۔ جب انہوں نے اپنی آخری بیوی کو طلاق دی تو وہ اپنی ادھیڑ عمر کو پہنچ چکے تھے۔ اب جو انہوں نے نئی شادی رچانی چاہی تو ہر ایک نے دھتا بتائی۔ یہاں تک کہ وہ بوڑھے پوپلے ہو گئے۔ مگر اس کے باوجود شادی کی ہوس نہ گئی۔ آخر ان کے ایک چلتے پرزے دوست نے ان کو ان کی ہوس نا کی کا سبق دینے کی دل میں ٹھان لی۔ اس دوست نے کہا کہ ایک شاہی رسالدار کی حسین وجمیل بیٹی سے نکاح کرا تا ہوں۔ خلیل خان یہ سنتے ہی تیار ہو گئے۔ فوراً رسالدار صاحب کو پیغام بھیجا گیا۔ پہلے تو رسالدار صاحب گھبرائے لیکن جب خلیل خان کے دوست نے ان کو سمجھایا تو وہ راضی ہو گئے۔ شادی کا دن اور شرائط طے پانے کے بعد جب وقت مقررہ پر خلیل خان بڑی کروفر کے ساتھ اپنی برات لے کر دلہن کے گھر پہنچے تو بڑی آؤ بھگت

ہوئی۔ بعد نکاح رخصتی عمل میں آئی۔ رسال دار صاحب کے احباب نے خلیل خان کے مصاحب کے مشورے سے ایک نیم دیوانی بڑھیا جسے لوگ فاختہ کہا کرتے تھے اس کو بھلا پھسلا کر دلہن بنا دیا۔ اسی سے ان کا نکاح پڑھایا گیا۔ الغرض بی فاختہ کو خلیل خان اپنی دلہن سمجھ کر اپنے گھر لے گئے۔ جب خلیل خان حجلہ عروسی میں داخل ہوئے تو وہاں ان کو ایک نیم دیوانی بڑھیا پھونس عورت سے سابقہ پڑا۔ بہت گھبرائے۔ غصے میں آ کر اپنا سر پیٹ لیا۔ وہ ابھی اپنی اس درگت بننے پر رونے دھونے میں مصروف تھے کہ بی فاختہ کمرے سے باہر نکل کر پھر سے اڑ گئیں۔ کلیل خان کو اس مرتبہ ایسا سبق ملا کہ پھر زندگی بھر انہوں نے شادی کا نام نہیں لیا۔

کہاوت ۱۹۵

☆ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے ☆

کہانی :۔

کہتے ہیں کہ ایک درویش یادِ خدا میں مصروف تھا کہ آسمان پر اڑتی ہوئی ایک چیل کے پنجے سے ایک چوہیا ان کی گود میں آن گری۔ ۔ درویش بے اولاد تھے انہوں نے خدا سے دعا کی کہ اے قادر مطلق تو نے مجھے چوہیا دی ہے تو اسی کو ایک جوان اور خوبصورت لڑکی میں تبدیل کر دے۔ ان کی دعا قبول ہوئی۔ کچھ مدت بعد جب لڑکی جوان ہوئی تو درویش کو لڑکی کی شادی کا فکر لاحق ہوا۔ انہوں نے دنیا میں سورج کو سب سے بڑا سمجھ کر اس سے کہا کہ تم اس لڑکی سے شادی کر لو۔ سورج نے جواب دیا کہ مجھ سے زیادہ طاقت ور تو بادل ہیں جو مجھ کو بھی جب چاہتے ہیں ڈھانپ لیتے ہیں۔ درویش نے بادل سے کہا۔ بادل بولا کہ مجھ سے قوی تر تو ہوا ہے مجھ کو جدھر چاہتی ہے اڑا کر لے جاتی ہے۔ اب درویش ہوا سے مخاطب ہوا۔ ہوا نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہا مجھ سے زیادہ قوی تو وہ سر بفلک پہاڑ ہیں جو میری رفتار کو روک لیتے ہیں۔ اب درویش نے پہاڑ سے کہا تو پہاڑ بولا کہ ہماری سنگینی اور صلابت کس کام کی ہم سے زیادہ طاقت ور تو وہ چوہے ہیں جو اپنے خارا شگاف دانتوں سے ہمارے جسم میں سوراخ کر دیتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تم چوہوں کے پاس جاؤ۔ چارو ناچار درویش نے خدا سے دوبارہ التجا کی کہ تو اس لڑکی کو

چوہیا ہی بنا دے چنانچہ وہ لڑکی پھر چوہیا بن گئی۔ درویش نے
اس چوہیا کو پہاڑوں میں چھوڑتے ہوئے کہا کہ واقعی میں غلطی پر
تھا ہر شے اپنی اصل کی طرف ہی رجوع کرتی ہے۔

کہاوت ۱۹۶

☆ ہمت مرداں مدد خدا ☆

مطلب:۔ اکثر کام شروع میں مشکل نظر آتے ہیں مگر بعد میں ہمت سے آسان ہو جاتے ہیں۔

کہانی:۔

کہتے ہیں کہ ایک فقیر پھرتا پھراتا ایک شہر میں جا نکلا اس نے دیکھا کہ شہر کے دروازی پر ''ہمت مرداں مدد خدا'' لکھا ہوا ہے۔ فقیر اسی دروازے پر بیٹھ گیا۔ نہ کچھ کھاتا اور نہ کچھ پیتا۔ شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی۔۔ بادشاہ کی طرف سے وزیر فقیر کے پاس آیا تو فقیر نے کہا کہ میں اس وقت کھانا کھاؤں گا جب بادشاہ اپنی لڑکی سے میری شادی کر دے گا۔ بادشاہ نے وزیر کی زبانی یہ بات سن کر فقیر کو جواب بھجوایا کہ فقیر کی مراد اس وقت پوری ہوسکتی ہے جب وہ پانچ سیر موتی لا کر ہمیں دے تا کہ دلہن کی گود موتیوں سے بھری جائے۔ فقیر یہ شرط منظور کر کے وہاں سے چل پڑا اور سمندر کے کنارے جا بیٹھا اور دیوانوں کی طرح سمندر کے پانی سے کھیلنے لگا۔ ایک مدت بعد سمندر نے فقیر سے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ فقیر نے جواب دیا کہ مجھے پانچ سیر موتی درکار ہیں سمندر نے کہا اچھا اپنی گود پھیلا۔ اسی وقت سمندر سے ایک موج اٹھی اور اس کے دامن میں پانچ سیر موتی ڈال کر واپس چلی گئی۔ فقیر یہ موتی لے کر اسی شہر کے دروازے پر جا بیٹھا۔ بادشاہ کو خبر ہوئی۔ حسب سابق وزیر فقیر کے پاس آیا۔ فقیر نے وہ پانچ

سیر موتی وزیر کے ذریعے بادشاہ کو بھجوا دیئے۔ بادشاہ نے فقیر کو بلوا کر اسے اپنا مہمان کیا اور بعد خاطر و مدارت اس سے کہا کہ شہزادی آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ فقیر نے وزیر سے اپنے موتی واپس لے کر شہزادی کی گود میں ڈال دیئے اور کہا میری بہن یہ موتی قبول کرو۔ پھر بادشاہ سے مخاطب ہوا کہ میری اس بہن کی شادی کسی لائق شہزادے سے کی جائے میں تو صرف اس مثل کو آزمانا چاہتا تھا یعنی ''ہمت مرداں مدد خدا''۔ جو تیرے شہر پناہ کے دروازے پر لکھی ہوئی تھی وہ سچ نکلی۔ بابا خوش اور آباد رہو فقیر اپنی راہ لیتا ہے۔
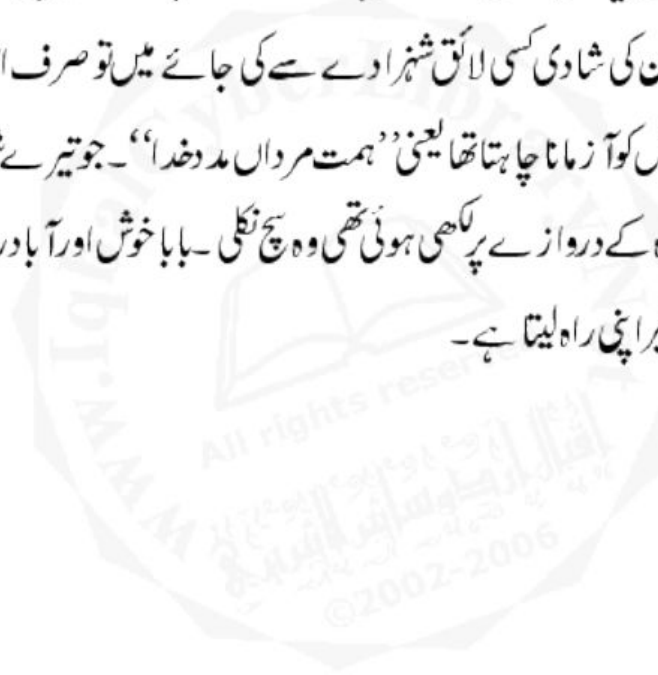
کہاوت ۱۹۷

☆ ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں ☆

کہانی:۔

کہتے ہیں چار سوار دکن جا رہے تھے ایک کمہار بھی اپنے گدھے پر سوار ان کے ساتھ ہولیا اور پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ جب کوئی دیکھتا اور پوچھتا کہ یہ پانچ سوار کہاں جا رہے ہیں تو کمہار جلدی سے سینے پر ہاتھ مارتا اور کہتا کہ ہم پانچ سوار دکن جا رہے ہیں جب کوئی ادنیٰ شخص اپنے آپ کو بڑے اشخاص میں شامل کرنا چاہتا ہے تو یہ مثل کہتے ہیں۔

کہاوت ۱۹۸

☆یا بسے گوجر یا رہے اوجڑ ☆

مطلب:۔ یا تو اس جگہ چور، پیشہ قوم گجر آباد ہوگی یا پھر یہ ویران رہے گی۔

کہانی:

۔سلطان غیاث الدین تغلق حضرت نظام الدین اولیاؒ سے عداوت رکھتا تھا۔ جن دنوں حضرت کی باؤلی تعمیر ہو رہی تھی انہی ایام میں سلطان کا قلعہ بھی بن رہا تھا۔ بادشاہ نے تمام راج، معمار اور مزدور بلا کر قلعے کی تعمیر پر لگوا دیئے۔ حضرت محبوب الٰہی نے یہ دیکھا تو دن کی بجائے رات کے وقت باؤلی بنوانی شروع کر دی اور روشنی کے لیے تیل کی بجائے باؤلی ہی کا پانی جلایا۔ بادشاہ اس عمل پر بھی آپ کا مانع ہوا تو آپ نے قلعے کی نسبت یہ بد دعا دی ''یا بسے گوجر یا رہے اوجڑ'' چنانچہ آج تک گوجر قوم ہی آباد ہے اور اسی وقت سے یہ مثل مشہور ہے۔

مزید اہم معلومات اور مواد کے لیے فیس بک آئی ڈی فالو کیجیے۔

Fb: Abbas Ali Abbas

www.facebook.com/DoctorAbbasAliAbbas

Whats App: 0092 313 3232387

کہاوت ۱۹۹

☆ یک نہ شد دو شد ☆

مطلب:۔ ایک بلا تو تھی ہی دوسری اور پیچھے پڑی۔

کہانی:

۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص جادو کے ذریعے مردے کو جگا کر اس سے اس کے گھر کا تمام حال پوچھ کر اس کے گھر والوں کو بتا دیتا تھا۔ جب یہ شخص مرنے لگا تو اس نے یہ عمل اپنے شاگرد کو بتا دیا۔ اس کے شاگرد نے بطور آزمائش قبرستان جا کر ایک مردے کو جگایا مگر قبر میں داخل کرنے کا عمل نہ یاد رہا۔ تب ناچار اس نے اپنے استاد کو جا کر جگایا کہ وہ اس کا اتار بتائیں تا کہ اس بلا سے پیچھا چھوٹے مگر استاد بھی مردہ ہونے کی وجہ سے اسے کچھ نہ بتا سکا۔ شاگرد کے پیچھے پہلے تو ایک ہی مردہ تھا اب دو ہو گئے۔ اس وقت اس نے کہا کہ ''یک نہ شد دو شد''۔ یہی حکایت بعض لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک ساحرہ بڑھیا قبرستان جا کر چند ماش پڑھ کر کسی بھی قبر پر پھینک دیتی۔ اس کے اثر سے اس قبر کا مردہ کفن لے کر حاضر ہوتا۔ یہ اس سے کفن لے لیتی اور پھر وہ دوسرا منتر پڑھ کر اس پر ماش مارتی تو وہ واپس اپنی قبر میں چلا جاتا۔ یہ کفن وہ بازار میں لا کر فروخت کرتی۔ اس کا یہ عمل دیکھ کر ایک شخص کو لالچ آیا وہ شب و روز اس جادوگرنی کی خدمت کرنے لگا تا کہ بڑھیا وہ عمل اس کو بتا دے بالآخر مرتے وقت بڑھیا نے مردے کا باہر بلانے والا عمل تو بتا دیا اور واپسی کا عمل

نہیں بتایا۔ یہ شخص جب قبرستاں گیا اور بڑھیا کا بتایا ہوا عمل
استعمال کیا تو مردہ فوراً کفن لے کر سامنے آن موجود ہوا۔ اس
شخص کو دوسرا عمل معلوم ہوتا تو مردے کو واپس بھیج دیتا۔ مردہ اس
کے پیچھے ہولیا۔ اب یہ گھبرایا اور ساحرہ کی قبر پر پہنچا وہ بھی بتا تو
کچھ نہ سکی لیکن قبر سے نکل کر اس کے ساتھ ہولی۔ اس وقت وہ
بولا کہ واہ! ''یک نہ شد دو شد''۔

کہاوت ۲۰۰

☆ یہ منہ اور مسور کی دال ☆

مطلب تم اس منصب اور کام کے لائق نہیں ہو اسی منہ سے کہتے ہو کہ ہم یہ کریں گے اور وہ کریں گے۔

کہانی :۔

سلطنت اودھ کے زوال کے بعد ایک رکاب دار نے ایک رئیس کی ملازمت اختیار کی۔ رئیس نے کہا کہ ہمیں کوئی عمدہ چیز بطور نمونہ ہنر پکا کر دکھاؤ۔ رکاب دار نے دو پیسے کی مسور کی دال لے کر پکائی اس پر پچاس روپے لاگت آئی۔ رئیس نے اس دال کو کھا کر بکاول کی تعریف کی اور پوچھا کہ اس پر کتنی لاگت آئی۔ بکاول نے جواب دیا ''صرف پچاس روپے''۔ رئیس نے حساب طلب کیا تو رکاب دار نے چولہے کے پاس رکھی ہوئی دو اشرفیاں اٹھا کر دکھائیں کہ علاوہ دیگر مصالحوں کے ان دو اشرفیوں کا میں نے بگھار دیا ہے۔ رئیس یہ سن کر بولا کہ میاں ہم ایسی دال سے باز آئے جس پر پچاس روپے ایک ہی وقت میں خرچ ہوں۔ باورچی نے فوراً اٹھ کر سلام کیا اور یہ کہتا ہوا رئیس سے رخصت ہوا کہ ''یہ منہ اور مسور کی دال''۔

The End----ختم شد-----------